﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد 23 | جمعۃ المبارک 22 جنوری 2016ء | 11 ربیع الثانی 1437 ہجری قمری ❁ 22 صلح 1395 ہجری شمسی | شمارہ 04

قرآن کریم پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کی مثال

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے۔ اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گل ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہے۔ اور اس فاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا تمّے کی طرح ہے جس میں خوشبو بھی نہیں اور مزہ بھی کڑوا ہے۔

(ابو داؤد کتاب الادب باب من یومران یجالس حدیث نمبر:4191)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

سب سے حسین مشاہدہ جو ایک سالک کرتا ہے وہ قبولیت دعا ہے۔ عظیم تر امر جس سے معرفت میں مزید اضافہ ہوتا ہے وہ بندے کی طرف سے دعا کا دروازہ ہے۔ دعا ایک بیج ہے جسے اللہ کاشت کے وقت تضرّع سے بڑھاتا ہے۔ جنابِ الٰہی کے اولیاء کا ہمنشین کبھی نامراد نہیں ہوتا۔ پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو مقبولانِ الٰہی کی جگہ پر دھونی رمائے بیٹھے رہتے ہیں۔

”تم دروازے سے باہر کھڑے ہو کر اُس کی تمنّا نہ کرو۔ یہ علم اسی کو دیا جاتا ہے جو ربّ الارباب کے حضور پیش ہوتا ہے۔ نیز یہ یقین تجربوں سے بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور تجربہ وہ شے ہے کہ جس سے لوگوں پر عجائبات کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور وہ جو شخص سلوک کے بیان میں نہیں گھستا اور مِلکِ الملوک خدا کے دیدار کے لئے غریب الوطنی کے صحرا کو عبور نہیں کرتا تو پھر ایسے شخص پر عدمِ علم اور عدمِ تجربہ کے باوجود اسرارِ خداوندی کیسے منکشف ہوں۔ مگر ہاں وہ جو عارفوں کی راہ پر چلا وہ ربّ العالمین کے مستحسن نادر کلام سے بالضرور حصّہ پائے گا۔ سب سے حسین مشاہدہ جو ایک سالک کرتا ہے وہ قبولیت دعا ہے۔ پس پاک ہے وہ جو اولیاء کی دعائیں قبول کرتا ہے اور ان سے ایسے ہمکلام ہوتا ہے۔ جس طرح تم ایک دوسرے سے کلام کرتے ہو بلکہ اُس کا وہ کلام قوت روحانی کی وجہ سے تمہارے کلام سے کہیں بڑھ کر پاک اور صاف ہوتا ہے اور وہ انہیں اپنے تابناک لذیذ کلام کے ذریعہ اپنی طرف کھینچتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ (اولیاء اللہ) اپنے تمام اہل وعیال اور مال ومتاع کو خیر باد کہتے ہوئے اپنے خدائے وحید کی طرف کوچ کرتے ہیں، ایسے اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر جو نہ منہ زور ہے نہ منفرد۔ یہ وہ قوم ہے جنہوں نے حلف اٹھا کر اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ وہ صرف اُسی کی ذات کو مقدم رکھیں گے اور صرف اسی کی آیات کے طالب ہوں گے اور اسی کی آیات کی پیروی کریں گے۔ پھر جب اللہ دیکھتا ہے کہ وہ کتاب الٰہی میں بیان شدہ شرائط کے عین مطابق ہیں تو وہ ان کے لئے اپنے عرفان کے تمام دروازے کھول دیتا ہے۔

پھر تُو جان لے کہ عظیم تر امر جس سے معرفت میں مزید اضافہ ہوتا ہے وہ بندے کی طرف سے دعا کا دروازہ ہے اور پروردگار کی طرف سے وحی ہے کیونکہ بغیر رؤیتِ الٰہی آنکھیں نہیں کھلتیں جو دعا اور آہ وزاری کے وقت خدا کے جواب سے ہوتی ہے۔ اور جس پر خدا تعالیٰ یہ دروازہ نہ کھولے وہ صرف جھوٹی باتوں کے ذریعہ فریب خوردہ ہے اور ربّ جلیل کے چہرہ سے ناآشنا ہے۔ اس لئے وہ اپنے رب کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کمینی دنیا کے مراتب کی طرف جھک جاتا ہے اور اُس کا دل فانی ساز وسامان کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور وہ زندگی کے اختتام اور خواہشات چھوڑنے کے وقت حسرات اور دارِفانی سے کوچ کرنے سے بے خبر ہے۔ وہ موت کو یاد نہیں کرتا جو اُس کے مسکن کو حسرت وحرمان کا گھر اور مکڑی کے جال (بیت العنکبوت) سے زیادہ کمزور اور راحت کے سامانوں سے دُور تر کردے گا اور جب اللہ اپنے کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو فلاح کا داعی (فرشتہ) اُس کے دل میں آواز دیتا ہے تو ناگہاں رات صبح سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی ہے اور ہر نفس جو پاک کیا جاتا ہے وہ رب کریم کے احسان کی صنعت ہوتی ہے اور خلّاق، رحیم خدا کی تربیت کے بغیر انسان محض ایک کیڑے کی طرح ہے۔ صالحین کے قلوب میں سب سے پہلے جس امر کا آغاز ہوتا ہے وہ دنیا سے بیزاری اور ربّ العالمین کی طرف انقطاع ہے اور یہی وہ عظیم مقصد ہے جو سالکوں کی کمر توڑ دیتا ہے اور وہ ان پر غم، گریہ اور آہ وزاری کی بارش برساتا ہے۔ کیونکہ نفس امّارہ ایک اژدہا ہے جو خواہشات نفسانیہ کے جال کو پھیلاتا اور تمام لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے سوائے ان کے جن پر ان کا ربّ رحم فرماوے اور جن پر اپنے لطف وہدایت کے پَر پھیلا دے۔

دعا ایک بیج ہے جسے اللہ کاشت کے وقت تضرّع سے بڑھاتا ہے اور بندے کے پاس اس سرمایہ کے سوا کوئی اور سرمایہ نہیں ہے۔ اور یہ سب سے بڑا سبب ہے جس سے نجات کی امید رکھی جاتی اور آفات کو دُور کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص ابدال کا ہمنشین اور صاحبِ حال کا ہم گوش ہو تو اُس کی آنکھ اس نور کے دیکھنے کے لئے کھول دی جاتی ہے اور وہ اس میں موجود پوشیدہ راز کا مشاہدہ کر لے گا۔ جنابِ الٰہی کے اولیاء کا ہمنشین کبھی نامراد نہیں ہوتا اگرچہ وہ چوپایوں سا ہی ہو، یا وہ عنفوان شباب کی مستی میں ہو بلکہ وہ بدل دیا جاتا ہے اور اُسے اُس پیر فرتوت کی طرح کر دیا جاتا ہے جس کی جوانی گھل چکی ہو۔ پس خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو مقبولانِ الٰہی کی جگہ پر دھونی رمائے بیٹھے رہتے ہیں اور جو ان کی باتوں کو خالص درہم ودینار کی طرح محفوظ رکھتے ہیں اور اسے کنجوسوں کی طرح جمع کرتے ہیں۔ اور جو اللہ کے بندوں کی تحقیر پر اپنے دلوں کو دلیر کرتے ہیں اور جو بھی دل میں آئے اُسے گالی گلوچ اور یاوہ گوئی کی شکل میں بک دیتے ہیں یقیناً یہی وہ قوم ہے جو ایسی جرأت دکھانے کی وجہ سے اپنے آپ کو، اپنی بیویوں کو اور اپنی نسل کو تباہ کرتے ہیں۔ وہ خود مر جاتے ہیں لیکن اپنے پیچھے لعنت کا طوق چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں لیکن حق کے سورج کو کیسے روکا جا سکتا ہے اور اللہ کے نور پر کس طرح پردہ ڈالا جا سکتا ہے؟ وہ حق کو چھپانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ کیا اللہ کے نور کو بھی چھپایا جا سکتا ہے؟ کیا یہ جھوٹ ہے بلکہ ان کے دلوں پر مہر ہے۔ اور جو لوگ مجھے قبول نہیں کرتے اور اپنے متعلق کہتے ہیں کہ ہم اس زمانے کے علماء ہیں وہ درحقیقت رحمٰن خدا کے دشمن ہیں اور خدائے قہار کی ناراضگی کے قریب جا رہے ہیں۔ وہ اپنے منہ سے سو کلمے نکالتے ہیں لیکن اُن میں سے ایک کلمہ بھی مبنی بر تقویٰ نہیں ہوتا۔ یہ ہے سیرت ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ہم علماء ہیں حالانکہ وہ حق وہدایت سے دشمنی کر رہے ہیں اور ہلاکت کی راہ پر گامزن ہیں۔ کس نے انہیں بتا دیا کہ وہ نہیں مریں گے اور اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں جائیں گے اور ان سے ان کے اعمال کی بازپُرس نہیں کی جائے گی؟ ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس پہلو لوٹائے جائیں گے۔ پس اے بندو! کھڑے ہو جاؤ، اس دن سے پہلے کہ وہ تمہیں ہانک کر آخرت کی طرف لے جائے۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ اپنے ربّ کو رقّت بھری آواز سے اور سسکیوں اور ہچکیوں سے پکارو۔ قبروں کی طرف روانہ ہونے سے پیشتر اپنے ربّ غفور کے سامنے توبہ کرتے ہوئے پیش ہو جاؤ۔ شریروں کی سرزمین میں سفر مت کرو۔ صرف نیک لوگوں سے نشست رکھو اور صادقوں کی معیّت اختیار کرو اور توبہ کرنے والوں کے ساتھ توبہ کرو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور کافروں کی طرح اپنے ظنّی خیالات کو طول نہ دو اور متکبّر لوگوں کی طرح اعراض نہ کرو، اور رذیل لوگوں کی طرح جھوٹ پر اصرار نہ کرو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر مَیں حق پر ہوا اور تم نے مجھے قبول نہ کیا تو پھر منکروں کا کیا انجام ہو گا؟ مَیں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہ میری اور تمہاری دلی کیفیات کو خوب جانتا ہے۔ بہرحال ہم یا تم میں سے کوئی ایک لازماً یا تو واضح ہدایت پر قائم ہے یا کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔“

(تذکرۃ الشہادتین، عربی حصّہ کا اردو ترجمہ۔ صفحہ 7 تا 12)

ایمان کی وہ دولت جو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے آپ کو عطا فرمائی ہے اس کو تمام بنی نوع انسان تک پھیلانے کے لیے ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے

اپنی نسلوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی خاص توجہ دیں۔ ایم ٹی اے خدا تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مل کر میرے خطبات اور تقاریر اور ایم ٹی اے کے دیگر پروگرام دیکھا کریں۔

پیغام سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع ڈائمنڈ جوبلی مجلس انصار اللہ بھارت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

لندن

z-04-06-15

پیارے ممبران مجلس انصار اللہ بھارت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ مجلس انصار اللہ بھارت ڈائمنڈ جوبلی کے موقعہ پر مختلف تقریبات کا انعقاد کر رہی ہے اور اس کے لئے مجھ سے پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ میں اس موقعہ پر آپ کو چند نصائح کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔ اور آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کو انہیں ماننے کی توفیق ملی۔ ایمان تبھی ترقی کرتا ہے جب کسی سلسلہ کے مریدین کی جماعت اپنے روحانی پیشوا کی تعلیمات پر عمل کرنے والی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات میں سے ایک خدمت دین کے کاموں میں حصہ لینے کی نصیحت بھی ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے اور جسے دیکھ کر مَیں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ مَیں کسی شخص کی نسبت معلوم کرلوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے لئے، خدا کے رسول کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد و الم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔

فرمایا: ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ وہ اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیّت باندھ لیں جس طرز اور جس رنگ کی خدمت جس سے بن پڑے کرے۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 215 جدید ایڈیشن)

اس لئے پہلی نصیحت تو یہی ہے کہ انصارِ دین بنیں۔ جو خدمت آپ کے سپرد کی جائے اس کو خدا کا فضل سمجھیں اور اسے بہترین رنگ میں بجالانے کی کوشش کریں۔ سلسلہ کے کاموں سے آپ کو قلبی اطمینان نصیب ہوگا۔ آپ کی روحانی ترقی کے سامان ہوں گے اور آپ کے نمونہ کو دیکھ کر آپ کی اولاد کو بھی نیک کاموں کو بجالانے کی ترغیب ملے گی اور ان کے اندر خدمت دین کا شوق اور جذبہ پیدا ہوگا۔

اسی طرح تبلیغ کا کام بہت اہم اور وسیع کام ہے۔ چند رابطے بنا کر مطمئن ہو جانا اور کچھ لوگوں تک فولڈرز تقسیم کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ اپنے رابطے بڑھائیں۔ لوگوں کو جماعتی کتب، ویب سائٹ اور ایم ٹی اے سے متعارف کرائیں۔ ہمارا کام ساری دنیا تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات اور عقائد کی نشر و اشاعت کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306، 307)

پس ایمان کی وہ دولت جو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے آپ کو عطا فرمائی ہے اس کو تمام بنی نوع انسان تک پھیلانے کے لیے ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے۔ اس لئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھیں اور احمدیت کا پیغام فعّال رنگ میں پھیلانے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر پروگرام بنائیں۔

پھر ایک اور ضروری نصیحت یہ ہے کہ اپنی نسلوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی خاص توجہ دیں۔ اس زمانہ میں جو ٹی وی، انٹرنیٹ، فون وغیرہ نئی سے نئی ایجادات ہوئی ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے فوائد بھی ہیں اور ان سے علمی ترقی بھی ہوئی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان چیزوں نے لوگوں کی مصروفیات اور رجحانات کو یکسر تبدیل کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وقت کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے بچوں کی سرگرمیوں اور مصروفیات پر نظر رکھیں اور انہیں پیار سے سمجھاتے رہیں۔ انہیں دینی تعلیمات کے تابع رہ کر زندگی بسر کرنے کی نصیحت کرتے رہیں۔ انصار چونکہ گھروں کے سربراہ ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے جہاں خود کو دینی تعلیمات کا پابند بنانا ہے وہاں اپنے اہل و عیال سے بھی ان تعلیمات پر عمل کروانا ہے۔ نیک نمونہ کا وعظ و نصیحت کی نسبت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ آپ کو نمازوں میں باقاعدگی اور دعاؤں کی طرف خاص توجہ کرنی ہوگی۔ تلاوتِ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کو اپنا روزمرہ کا معمول بنانا ہوگا۔ خود کو خلافت سے چمٹائے رکھنا اور اس کی برکات اور اہمیت کو وقتاً فوقتاً اپنے اہل و عیال پر واضح کرتے رہنا ہوگا۔ اس زمانے میں ایم ٹی اے خدا تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مل کر میرے خطبات اور تقاریر اور ایم ٹی اے کے دیگر پروگرام دیکھا کریں۔ اسی طرح انہیں دینی خدمت کے کاموں میں مصروف کریں اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ وہ خادم دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو۔ اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے۔ اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہوسکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی اُمید اس سے کیا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرمادے اور یہ تب میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عبادُ الرّحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدّم رکھنے والے ہوں۔ (ملفوظات جلد اوّل۔ صفحہ 562، 563)

اللہ تعالیٰ آپ کو میری ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے اور آپ کے ڈائمنڈ جوبلی کے تمام پروگراموں کو ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت فرمائے۔ آمین

والسلام خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 02 جون 2013ء بروز اتوار مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت مَیں ایک نکاح کا اعلان کروں گا۔ عزیزہ امۃ الشافی سیّد جو واقفہ نو ہے اور یہ مکرم سید احمد یحیٰ صاحب کی بیٹی ہیں۔ ان کا نکاح عزیزم طارق احمد حیات ابن رفیق حیات صاحب کے ساتھ 20 ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔ عزیزہ امۃ الشافی جیسا کہ مَیں نے کہا خود تو واقفۂ نَو ہے اور مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب کی پوتی ہے، جو واقف زندگی تھے اور ایک بڑا لمبا عرصہ ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ بڑی وفا کے ساتھ انہوں نے جماعت کی خدمت کی اور وقف میں رہتے ہوئے انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم بھی دلوائی اور بڑے بے نفس انسان تھے۔ عزیزہ شافی کا یہ نکاح میرا خیال ہے کہ ان کی نسل میں سے پہلا ہے۔ عزیزہ کی دادی دادا دونوں وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیزہ کو ہر لحاظ سے خوش بھی رکھے اور وہ دعائیں جو سید عبدالحیٔ شاہ صاحب اور ان کی اہلیہ کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کا بھی ان لوگوں کو وارث بنائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ شاہ صاحب کو مَیں ذاتی طور پر جانتا ہوں، علاوہ جماعتی خدمات کے اور بڑی وفا کے ساتھ اور بے نفس ہو کر خدمات کے، ان کی گھریلو زندگی بھی بڑی خوشگوار گزری ہے اور باوجود واقف زندگی ہونے کے دونوں میاں بیوی نے بڑی قناعت سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اپنی زندگیاں گزاری ہیں۔ اسی طرح اس لڑکی کے اور لڑکے کے والدین جو ہیں جہاں تک میرے علم میں ہے ان دونوں کی زندگیاں بھی آپس میں، لڑکی کے ساس سسر کی بھی اور لڑکے کے ساس سسر کی بھی اور ماں باپ کی بھی آپس میں پیار محبت سے گزری ہیں اور یہی چیز ہے جو آگے پھر ایک تو گھروں کے سکون کو قائم رکھتی ہے اور اگلی نسلوں کو بھی نیکیوں پر چلنے کی توفیق دیتی ہے کیوں کہ وہ بھی اپنے ماں باپ کے نمونے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا:۔ پس آج قائم ہونے والے یہ رشتے بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ ایک دوسرے پر اعتماد ہو۔ ایک دوسرے سے وفا ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ تقویٰ پر چلنے والے ہوں۔ اگر ان چیزوں کو مدّ نظر رکھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ رشتے ہمیشہ قائم رہنے والے اور نیک اولاد پیدا کرنے والے اور گھروں کے سکون کو قائم کرنے والے ہوں گے۔ اللہ کرے کہ آج یہ رشتہ جو قائم ہو رہا ہے ان باتوں کا خیال رکھنے والا ہو۔

اب مَیں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔

اعلان نکاح اور فریقین کے درمیان ایجاب و قبول کروانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

☆......☆......☆

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 384

مکرم غانم الاثوری صاحب (2)

قسط گزشتہ میں ہم نے مکرم غانم الاثوری صاحب کے احمدیت کی طرف سفر کا ایک حصہ پیش کیا تھا، اس قسط میں ان کے اس سفر کے باقی واقعات پیش کئے جائیں گے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

ازالۂ مخاوف اور بیعت

مَیں مختلف نشانات اور دلائل کی بناء پر احمدیت کی صداقت کے بارہ میں مطمئن ہو چکا تھا چنانچہ بیعت کے لئے میں نے ایم ٹی اے کے نمبر پر فون کر کے کچھ سوال پوچھے اور بیعت کا طریق جاننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مجھے بیعت کا طریقہ بتایا گیا۔ وفورِ شوق سے میرا دل بیعت کرنے کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا لیکن بعض انتہائی فوری نوعیت کے ضروری امور کی انجام دہی میں مصروف ہونے کی وجہ سے مَیں کچھ دن تک بیعت نہ کر سکا۔ بیعت سے ایک دن پہلے مجھے خیال آیا کہ احمدی ہونے کی وجہ سے مجھے کچھ ہو گیا تو میری بیوی کا کیا بنے گا۔ مجھے جماعت کے خلاف لوگوں کے مظالم کا علم تھا کہ قبول احمدیت کے جرم میں بعض سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا جاتا ہے۔ اور ہمارے ملک یمن میں تکفیر، شدت پسندی و دہشتگردی کی ترویج کرنے والی جماعتوں کی کمی نہیں ہے۔ بہرحال وہ رات مَیں نے بہت غم اور کرب میں بسر کی، تہجد کے لئے اٹھا اور اسی غم واندوہ کی حالت میں دعا کی۔ صبح مَیں حزن وملال کی تصویر بنا جائے نماز پر بیٹھا تھا کہ میرے دل میں بڑی شدت سے یہ خیال آیا کہ اٹھو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کیا کہتا ہے۔ مَیں نے یہ خیال آتے ہی قرآن کریم کھولا تو میرے سامنے سورہ طٰہٰ کی درج ذیل آیات آئیں: وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى * إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي *...... قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى۔ ترجمہ: اور میں نے تجھے چن لیا ہے۔ پس اُسے غور سے سُن جو وحی کیا جاتا ہے۔ یقیناً مَیں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پس میری عبادت کر اور میرے ذکر کے لئے نماز کو قائم کر...... اس نے کہا کہ تم ڈرو نہیں۔ یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

مَیں یہ آیات پڑھ کر زاروقطار رونے لگ گیا۔ کلام الٰہی پڑھ کر مجھے انشراح صدر نصیب ہوا اور ہر قسم کا ہمّ وغم اطمینان وسکون اور خوشیوں میں بدل گیا، کیونکہ اس میں میرے لئے پیغام تھا کہ خدا کی خاطر بیعت کرو اور کسی قسم کا خوف کھانے کی ضرورت نہیں خدا تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ میں نے یہ پیغام سمجھنے کے بعد فوراً شکرانے کے نوافل ادا کئے۔ اس وقت ایک غیر معمولی قوت مجھے بیعت کرنے پر آمادہ کر رہی تھی۔ چنانچہ میں نے دوسرے دن بیعت فارم پُر کر کے بھجوا دیا، جس کا حضور انور کی طرف سے نہایت مشفقانہ اور دعاؤں بھرا جواب موصول ہوا اور عدن میں دیگر احمدیوں سے بھی میرا رابطہ ہو گیا۔

شیطان اور شہاب ثاقب

بیعت کے چند ہفتوں کے بعد ایک دن میں انٹرنیٹ کیفے گیا۔ قبل اس کے کہ میں جماعتی ویب سائٹ کھولتا ایک احمدیت مخالف ویب سائٹ کھل گئی۔ یہ ویب امارات سے کسی ڈاکٹر کی تھی جو اس کے بقول ربوہ اور قادیان کا وزٹ بھی کر چکا تھا۔ میں پہلے بھی کئی احمدیت مخالف ویب سائٹس دیکھ چکا تھا لیکن کسی کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا تھا، اس طرح کے ہتھکنڈوں سے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں تو کبھی بھی شک وشبہ نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کی صداقت میرے دل میں اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ میں نے اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل کے بارہ میں سوچنا اور پڑھنا بھی چھوڑ دیا تھا کیونکہ میں نے جب سے آپ کو دیکھا اور آپ کے کلام اور قصائد کو سنا تھا اس لمحے سے آپ کی دل سے تصدیق کی تھی۔ تاہم اس نئی ویب سائٹ والے ڈاکٹر نے غیر مبائعین اور جماعتی اختلافات کو کچھ اس طرح نمایاں کر کے پیش کیا کہ اس نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ چنانچہ مَیں اس روز بڑا کبیدہ خاطر ہو کر گھر لوٹا، بیوی سے بھی کوئی بات نہ کی، اسی انقباض کی حالت میں رات بسر کی، تہجد کے لئے اٹھا، لیکن اس رات مَیں توجہ سے دعا بھی نہ کر پایا۔ اسی کرب اور انتشار کی حالت میں جائے نماز پر بیٹھا تھا کہ کسی مسجد سے سورۃ العلق کی تلاوت کی آواز آئی اور اس کی یہ آیات بطور خاص میری توجہ کا مرکز بنیں: ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ * عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ﴾ یعنی کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو خدا کے بندے کو اس کی عبادت سے روکتا ہے۔ پھر جب قاری اس آیت پر پہنچا ﴿أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرَىٰ * كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾ تو مَیں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے میری نصرت کے لئے یہ شہاب بھیج کر شیطان اور اس کے شیطانی وساوس کو بھسم کر دیا تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ مجھے تسلی دے رہا تھا کہ ایسے شیطان صفت انسان لوگوں کو عبادت سے روکتے ہیں لیکن کیا انہیں احساس نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ باز نہ آیا تو ہم اسے سخت سزا دیں گے۔ ان آیات کو سن کر میری پریشانی جاتی رہی اور خدا کی رحمت وعظمت اور رأفت وعنایت کو دیکھ کر دل سجدہ ریز ہوتا جا رہا تھا۔ چنانچہ میں اٹھا اور دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کی۔

بیعت کی برکات اور تبلیغ

بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سی برکات نازل ہوئیں۔ میں نے غیر متوقع طور پر جلد ہی اپنا گھر بنا لیا اور اس میں رہائش پذیر ہو گیا۔ میں نے تبلیغ کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایم ٹی اے کی فریکوئینسی اور ویب سائٹ کا ایڈریس ہاتھ سے لکھ لکھ کر لوگوں میں تقسیم کیا کرتا تھا۔ ازاں بعد میں نے سیکنڈ ہینڈ لیپ ٹاپ اور پرنٹر خرید لیا اور مذکورہ بالا دونوں چیزیں پرنٹ کر کے تقسیم کرنے لگا۔ بعض متشدد نوجوانوں نے مجھے دیکھا تو سخت مخالفت اور دھمکیاں دینے لگ گئے لیکن میں نے کوئی پرواہ نہ کی۔

مخالفین اور ان کا انجام

ایک دفعہ 2010ء کے رمضان میں میرا ہمسایہ اور اس کے چند دوست اصرار کر کے مجھے جامعۃ الایمان کے شیخ سے بات کرنے کے لئے لے گئے۔ وہاں ایک اور مولوی بھی آ گیا۔ میں نے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے دلائل پڑھ کر سنائے لیکن وہ نہ مانے۔ پھر میں نے قتلِ مرتد، جہاد اور وفاتِ مسیح کے موضوعات پر بات کی۔ میں قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرتا رہا جبکہ وہ بغیر دلیل کے اپنے عقائد پر اصرار کرتے رہے۔ بڑا شیخ تو کچھ احترام سے پیش آیا لیکن دوسرا مولوی بہت بدزبانی کرتا تھا اور اس نے جوش میں آ کر مباہلے کا چیلنج دیدیا۔ میں نے کہا کہ مباہلہ تو امام سے ہوتا ہے، لیکن وہ بار بار اصرار کر رہا تھا اور میرا کوئی جواب نہ دینا یہ تاثر دیتا تھا جیسے مجھے صداقتِ مسیح موعودؑ پر یقین نہیں جبکہ یہ بات میرے لئے ہرگز قابل برداشت نہ تھی۔ اس وقت مجھے جماعتی پالیسی کا علم نہ تھا اور جماعت سے رابطہ کر کے راہنمائی لینے کا وقت نہ تھا اس لئے اس کے بار بار مباہلہ مباہلہ کہنے پر مَیں نے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔ اور اسی پر بات ختم ہو گئی۔ وہ مجھے کار میں واپس تو چھوڑنے کے لئے آئے لیکن راستے میں ڈراتے دھمکاتے رہے اور گالیاں دیتے اور تبلیغ سے روکتے رہے۔ 27 یا 28 رمضان کو میں باہر نکلا تو ایک لڑکے نے مجھے بتایا کہ چچا یہ لوگ آپ کے خلاف منصوبہ تیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان میں سے بعض نے آ کر مجھے مارنے کی دھمکی دی اور حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں گستاخی کی۔ اس روز میں گھر لوٹا تو میرا دل زخم زخم تھا۔ میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا کی کہ یا اللہ! تو ان کی نسبت اپنی قدرت دِکھا۔ چنانچہ ایک دو دن بعد ہی ان مخالفین کی آپس میں لڑائی ہو گئی اور انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف خنجر نکال لیے۔ ان کی لڑائی کے دوران ایک بچے کے منہ پر خنجر لگ گیا۔ پھر اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی یہ لوگ کہیں چلے گئے اور اس کے بعد اب تک نظر نہیں آئے۔

اب جامعۃ الایمان کے مولوی باقی تھے۔ اس جامعہ کا مالک یمن کا بڑا شیخ عبدالمجید الزندانی ہے۔ اس جامعہ پر حوثی باغیوں کا قبضہ ہو گیا اور مذکورہ شیخ بھاگ کر سعودیہ چلا گیا۔ عربی اتحاد نے حوثی باغیوں کے خلاف اس جامعہ پر بمباری کی جس سے یہ جامعہ ملبہ کا ڈھیر بن گیا۔

دوسرے لوگوں کی طرف سے مخالفت جاری رہی۔ بعض مخالف نوجوان حزب الاصلاح گروپ سے تعلق رکھتے ہیں جو قبائل، باغی فوجیوں اور اخوان المسلمین کا مجموعہ ہے۔ یہ کبھی مجھ سے پمفلٹ لے کر پھاڑ دیتے ہیں، کبھی رستہ روکتے ہیں۔ جب شیعہ عسکری گروپ صنعاء شہر میں آئے تو انہوں نے دو دفعہ مجھے قید کرنا چاہا، لیکن اللہ کے فضل سے میں بچ گیا۔ جنگ کی وجہ سے پمفلٹ وغیرہ کی تقسیم کا سلسلہ بند ہو گیا تو میں نے انٹرنیٹ پر تبلیغ شروع کر دی۔

ایک نہیں تین!

میں اپنے علاقے میں اکیلا احمدی تھا۔ اس لیے جمعہ نہیں پڑھ سکتا تھا جس کا مجھے بہت رنج تھا۔ لوگ بھی تنقید کرتے تھے کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا حالانکہ مسجد میرے گھر کے قریب ہی ہے۔ میں نے لوگوں کو بہت تبلیغ کی لیکن لوگ مولوی کی بات کو زیادہ اہمیت دیتے اور حق بات کو سمجھنے کے قریب نہ پھٹکتے تھے۔ میں نے بہت دعائیں کیں کہ اللہ میرے علاقے میں بھی جماعت قائم کر دے۔ تقریباً ساڑھے تین سال قبل قریبی محلے میں ایک دوست مکرم حمید حمود صاحب نے بیعت کر لی، لیکن ہمارے پاس نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اس کی بیعت کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد میں نے گھر میں نماز کے لئے جگہ تیار کر کے جمعہ کے دن حمید صاحب کو فون کیا لیکن وہ بوجوہ نہ آ سکے۔ دوسرے ہفتے بھی یہی ہوا۔ تیسرے ہفتے جب میں نے فون کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ایک بس پر کام کرتا ہے اس لئے نہیں آ سکتا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں لَاحَوْل اور حَسْبُنَا اللّٰہ پڑھنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد خود حمید صاحب نے فون کیا اور بڑی خوشی سے بتایا کہ اللہ نے تمہاری دعا سن لی ہے۔ تم جمعہ کے لئے ایک آدمی کو بلا رہے تھے لیکن ہم تین آدمی آ رہے ہیں۔ دوسرے دو آدمی مکرم احمد یحییٰ متوکل صاحب اور مکرم قاسم المدومی صاحب تھے جو اسی وقت حمید صاحب کو اسی بس میں ملے تھے جس میں وہ سوار تھے۔ ان دونوں نے چند ماہ پہلے بیعت کی تھی۔ ان سے تعارف کی تقریب یوں ہوئی کہ دورانِ سفر حمید صاحب ان سے گفتگو کرنے لگے اور اثنائے کلام کہا کہ کسی مذہب پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ وہ یہود ونصاریٰ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ سنتے ہی ان دونوں نے پوچھا: تم کس جماعت سے تعلق رکھتے ہو؟ حمید صاحب نے کہا: میں امام مہدیؑ کی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جماعت سے؟ حمید صاحب نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی احمدی ہیں۔ چنانچہ وہ گلے ملے اور فوراً نماز جمعہ پڑھنے کے لئے میرے گھر آ گئے۔

حَبِیْبِی حَبِیْبِی

میرا بھانجا جس نے مجھے ایم ٹی اے کے بارہ میں بتایا تھا اس کا بیٹا ابھی پیدا ہونے والا تھا کہ میں اس کے لئے دعا کیا کرتا تھا۔ اس کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ اب وہ تقریباً دو سال کا ہے اور حضور کو ٹی وی پر دیکھتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے اور حضور انور کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے: حَبِیْبِی حَبِیْبِی۔ اللہ اسے سچا، مخلص احمدی اور خلافت کا عاشق وخادم بنائے۔ اس بچے کی ماں بھی نیک ہے۔ اللہ اسے بھی ہدایت دے۔

بوجھ اتر گیا

میرے پاس انٹرنیٹ کی سہولت میسر نہ تھی اور انٹرنیٹ کیفے پر بیٹھ کر حضور انور کی خدمت میں خط لکھنے میں یکسوئی میسر نہ آتی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے گھر میں انٹرنیٹ لگوایا تو پہلا کام یہ کیا کہ حضور انور کی خدمت میں اپنی بیعت کے واقعہ پر مشتمل خط لکھا۔ اس خط کو ارسال کرنے پر ایسا محسوس ہوا جیسے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ جب اس خط کا حضور انور کی طرف سے نہایت مشفقانہ اور پیار و دعاؤں بھرا جواب موصول ہوا تو اسے پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی خادموں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

......(باقی آئندہ)

عقل، منطق اور الہام کی تقابلی حیثیت کے بارہ میں مختلف مکاتبِ فکر

(ازکتاب ' الہام،عقل،علم اور سچّائی'
مصنّفہ :حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ)

قسط 2

فرداورمعاشرہ

آزادی ہر ذی روح کا بنیادی حق ہے۔ چنانچہ انسان بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں۔آزادی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ انسانیت آزادی سے عبارت ہے۔ آزادی انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ اس کا تانا بانا آزادی ہی سے بُنا ہوا ہے۔لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کے باوجود انسان کے تمام خودساختہ ادارے آزادی ہی کے خلاف مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔

روایت، رواج اور قانون کی عہد بعہد ترقی کا بغور مطالعہ اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے کافی ثابت ہوگا۔ ریاست کے ارتقا کا اگر غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے تو غلامی کی طرف یہ ایک منظّم اور مرحلہ وار سفر دکھائی دیتا ہے۔ اس گتھی کو سلجھانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے آزادی سے غلامی کی جانب اس تدریجی سفر کے اسباب کا تعیّن کر لیا جائے۔

سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ انسان طبعًا اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر ہی معاشرہ کی حاکمیت تسلیم کرتا ہے۔ بصورت دیگر اسے جبر سے ہی اطاعت پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔لیکن گروہی زندگی صرف انسان ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ اگر عالم حیوانات کا نچلی سطح سے اُوپر کی سطح تک بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آغاز میں تو ایک گونہ ابتری کی کیفیت موجود ہے لیکن جوں جوں حیات کی اعلیٰ سطح کی طرف سفر کریں تو بتدریج ہمیں زیادہ منظّم، مرتّب اور مرکزیت کی طرف مائل نظامِ حیات سے واسطہ پڑتا ہے۔ کبھی کبھی یہ رجحان بھی ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے جیسے کچھ جانوروں نے ضرورت کے تحت بقائے باہمی کی خاطر اکٹھا رہنا سیکھ لیا ہو۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ جاندار مخلوق کی ایسی انواع بھی ہیں جن کا ارتقائی لحاظ سے تو مرتبہ اتنا بلند نہیں لیکن ان کی جبلّت اور سرشت میں معاشرتی رکھ رکھاؤ اور نظم وضبط کا ایک عمدہ نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کے اتنے منظّم اور منضبط معاشرہ میں کسی تدریجی ارتقا کے آثار نظر نہیں آتے بلکہ یوں لگتا ہے جیسے یہ معاشرہ اپنی آخری مکمل شکل میں اچانک معرض وجود میں آ گیا ہو۔ ایسی مربوط اور مرتّب طرزِ حیات سے زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نظم وضبط کا یہ ملکہ انہیں فطرتًا ودیعت کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر کچھ حشرات الارض ہی کو لیں۔ آپ شہد کی مکھی کے معاشرتی نظام کو ارتقا کی کس منزل پر رکھیں گے؟ اگر شہد کی مکھی نے اپنی ارتقائی منازل مرحلہ وار تدریجًا طے کی ہیں تو اس سے پہلے اس کی کیا شکل تھی اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حشرات الارض کا ایک ایسا سلسلہ بھی موجود تھا جو درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا بالآخر شہد کی مکھی کی تخلیق پر منتج ہوا؟ اسی طرح دیمک اور دوسرے کیڑے مکوڑوں کا مطالعہ کرتے وقت بھی ہمیں ایسی ہی مشکلات پیش آتی ہیں۔ یہاں بھی کسی تدریجی ارتقا کے آثار نظر نہیں آتے۔ یہ مخلوق ابتداء ہی سے ایک طے شدہ اور معین نظام کے تحت اپنے مخصوص وظائف پوری تندہی سے بجالا رہی ہے جو اُن کے RNA اور DNA پر اس طرح نقش ہے کہ وہ اس سے سرمُو بھی انحراف نہیں کر سکتے یہاں تک کہ انتہائی منضبط اور منظّم اشتراکی معاشرے بھی ان کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ ایسی استثنائی اور منظّم تخلیق کے عجائبات ہیں جن کے بارہ میں ایسے کوئی شواہد نہیں ملتے جن سے ثابت ہوسکے کہ انہوں نے کسی ابتدائی شکل سے رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے ایک انتہائی منظّم معاشرہ کی صورت اختیار کر لی ہو۔

لہٰذا تخلیق حیات کا دو طرح سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ اوّل یہ کہ حیات خدا تعالیٰ کے تخلیقی ارادہ سے یکدم عدم سے وجود میں آگئی۔ ہوسکتا ہے کہ سائنسدان اسے بیک وقت ہونے والے بہت سے جینیاتی تحوّلات کا نتیجہ قرار دیں۔ لیکن یہ مفروضہ سائنسی لحاظ سے قابل اعتنا نہیں ہے۔

عالم حیوانات کی اجتماعی ترقی کی دوسری قسم عمومی ہونے کے ساتھ ساتھ ارتقائی بھی ہے۔ اگرچہ اس کے نتائج اوپر بیان کردہ مثالوں کی طرح اتنے ڈرامائی نہیں۔ کتوں، بھیڑیوں اور چکاروں میں بھی اجتماعی بقا کی خاطر مل جل کر رہنے کا مثبت رجحان پایا جاتا ہے۔ وجوہات خواہ کچھ بھی ہوں، یہی میلان پرندوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح مچھلیوں، کچھوؤں اور بحری خارپشت میں بھی ایسی ہی خصوصیات دیکھنے میں آتی ہیں۔ پس اجتماعیت زندگی کا خاصہ ہے۔

نظم وضبط کے نتیجہ میں ہی حاکمیت کا تصور جنم لیتا ہے، قیادت ابھر کر سامنے آتی ہے اور معاشرہ کی ہر سطح پر جرم وسزا کے قانون کا دھندلا سا خاکہ اُبھرنے لگتا ہے۔ لہٰذا انسان کا معاشرتی حیوان کی حیثیت سے ارتقا کوئی منفرد اور اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ کم وبیش اکثر جانوروں کی طرح پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے عین مطابق معرضِ وجود میں آیا ہے۔

یہ سوال کہ دنیا بھر میں معاشرتی زندگی کا ایک ہی وقت میں ارتقا کیسے ممکن ہوا، ایک لمبی بحث کا متقاضی ہے۔ ہم یہاں انسانی معاشرہ کے ارتقا کے بعض ان پہلوؤں کا ذکر کریں گے جن کا ہمارے موضوع سے براہ راست تعلق ہے۔

شخصی آزادی فی ذاتہٖ ہمیشہ سے معاشرتی پابندیوں سے برسرِ پیکار رہی ہے۔ ان قوّتوں کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے اس کشمکش کا گہرا ادراک ضروری ہے جو بالآخر شخصی آزادی اور معاشرہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کے مابین حدود کا تعین کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر فرد سے خاندان، فرد سے قبیلے اور فرد سے ریاست کے تعلقات اس بات پر گواہ ہیں کہ زندگی کو اس کی منظّم معاشرتی شکل ہی میں زیر غور لایا جاسکتا ہے۔ اگر انسان فطرتًا آزاد اور آزادی پسند ہے تو پہلے اس بنیادی سوال کا جواب دینا ہوگا کہ آخر معاشرہ کی حاکمیت کے سامنے کیوں سر تسلیم خم کیا جائے؟

جب بھی کوئی سماجی، نسلی، اقتصادی یا سیاسی نظام اپنی ارتقائی منازل طے کرتا ہے تو یہ عمل ہمیشہ سوسائٹی اور ان افراد کے مابین جن سے یہ سوسائٹی تشکیل پاتی ہے 'کچھ لو کچھ دو' کے ایک ایسے سمجھوتہ کا مرہون منت ہوا کرتا ہے جو تحریری شکل میں موجود نہیں ہوتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کوئی فرد بھی اس وقت تک اپنی آزادی سے رضا کارانہ طور پر دستبردار ہونے پر آمادہ نہیں ہوتا جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس سودے میں نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہے۔ بنیادی طور پر وہ اپنے تحفّظ کی خاطر اپنی شخصی آزادی کا سودا کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنے کچھ حقوق سے اس نظام کی خاطر دستبردار ہوجاتا ہے جس کا وہ رکن بنتا ہے۔ دوسری طرف اسے اپنے تحفّظ اور آسان تر زندگی کی ضمانت مل جاتی ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب معاشرہ کی تشکیل کا عمل شروع ہوتا ہے تو ہر سطح پر افراد ہی زیادہ تر فائدہ میں رہتے ہیں۔ اسی طرح حیوانات میں بھی یہ اصول کارفرما نظر آتا ہے جس طرح انسانی معاشرہ کی ابتدائی سطح پر۔ البتہ انسانی معاشرہ جوں جوں زیادہ منظّم ہونے لگتا ہے فرد اور معاشرہ کے مابین طاقت کا توازن بھی بگڑنے لگتا ہے۔ عوام اور ان پر حکومت کرنے والے چند افراد کا باہمی تناسب جوں جوں بڑھنے لگتا ہے معدودے چند اربابِ اختیار کے ہاتھوں استحصال اور طاقت کے غلط استعمال کا خطرہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اگرچہ اصولاً یہ تو ممکن ہے کہ فرد اپنی آزادی کے عوض کچھ نہ کچھ فائدہ بھی حاصل کرے لیکن عملاً اس کی یہ توقع پوری نہیں ہوتی۔ شخصی آزادی کا بنیادی اصول بتدریج معاشرہ کے مفاد پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معاشرہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کا ماحول جہاں ایک طرف تحکّمانہ ہوتا چلا جاتا ہے وہاں فرد کے حقوق بھی سلب ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اس مضمون پر جامع بحث آگے آئے گی جب ہم مارکس کے نظریہ پر گفتگو کریں گے۔ یہاں صرف اس انحطاط کی بنیادی وجہ تلاش کرنا مقصود ہے کہ ایک نسبتاً ترقی یافتہ اور منظّم معاشرہ میں فرد اپنے آپ کو محفوظ و مامون کیوں نہیں سمجھتا؟ جانوروں کے معاشرتی رویّہ میں تو ہمیں کہیں بھی ایسا منفی اور بیمار رجحان نظر نہیں آتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انسانی معاشرہ ہی فرد کے حقوق اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں قاصر رہتا ہے؟

بنی نوع انسان اور حیوانات میں ایک حدّ فاصل اور واضح مابہ الامتیاز تو بہرحال موجود ہے یعنی یہ کہ حضرت انسان ہی ہے جس میں دھوکہ دہی اور قوانین قدرت کو تہ وبالا کرنے کا خوفناک رجحان پایا جاتا ہے۔ اس معاملہ میں انسان باقی تمام جانوروں کو بہت پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ بے شک بعض اوقات یوں لگتا ہے جیسے جانور بھی دھوکہ دہی کے مرتکب ہورہے ہوں لیکن دراصل یہ مجرمانہ دھوکہ دہی نہیں بلکہ ایک قسم کی حکمت عملی ہوا کرتی ہے۔ جانوروں کے ہاں انسانوں کی مانند دوسروں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کا تصور نہیں ملتا۔ وہ قوانین قدرت کے مطابق اور ان کی حدود میں رہتے ہوئے ایک منظّم اور طبعی زندگی گزارتے ہیں۔ اگر کبھی وہ دھوکہ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں تو جینیاتی قوانین کے تحت ہی ایسا کرتے ہیں۔ اور یہ چیز جرم کی تعریف میں نہیں آتی۔ جرم کا شعور تو بالواسطہ نتیجہ ہے ارادہ کی آزادی اور خودمختاری کا۔ جانور تو مکمل طور پر فطرت کے تابع ہوتے ہیں۔ نہ تو وہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکتے ہیں اور نہ ہی اچھائی اور برائی ان کے لئے کوئی معنی رکھتی ہے۔

یہ انسان ہی ہے جو نہ صرف اپنی ذمہ داریوں سے دیدہ دانستہ پہلوتہی کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتا۔ کسی نظام کے جزو کے طور پر انسان پر جو اجتماعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کے پس منظر میں انسان کی شخصی آزادی اس لئے بری طرح مجروح ہوکر رہ جاتی ہے کہ انسان کے اندر فطری طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ بسا اوقات دھوکہ دہی کا مرتکب ہو اور عمداً غلط رستہ اختیار کرے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ امید بھی رکھے کہ وہ اپنی غلط کاریوں کے باوجود بچ کر نکل جائے گا۔ کارل مارکس کا مقولہ ہے کہ ''انسان ایک بددیانت مخلوق ہے''۔ بالکل بجا، لیکن اس صورت میں کیا وہ خود بھی بددیانت قرار نہیں پائے گا اور کیا وہ سوشلسٹ قیادت کو جس کی بنیادیں ہی بددیانتی پر استوار ہیں اس تعریف سے مستثنیٰ قرار دے سکے گا؟ انسانی معاشرہ کا ہر دَور میں یہی المیہ رہا ہے اور کوئی بھی نظام اس سے مستثنیٰ نہیں۔ فرد اور معاشرہ کے تعلق میں پائی جانے والی یہ خرابی ہی بڑھتی ہوئی قانون سازی کے رجحان کو جنم دیتی ہے۔

بظاہر ہر نئے قانون کا مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ ایک طرف فرد کے حقوق کی حفاظت کی جائے تو دوسری طرف معاشرہ کے حقوق کو تحفّظ دیا جائے تا کہ وہ ناجائز طور پر ایک دوسرے کے حقوق میں دخل اندازی نہ کرسکیں۔ لیکن بدقسمتی سے قانون ساز ادارے کامل انصاف کی فراہمی میں اس وجہ سے ناکام رہتے ہیں کہ انسان کی اپنی بدعنوانی آڑے آجاتی ہے۔ اکثر ہوتا یہ ہے کہ قانون سازی کے اس اجتماعی عمل کے دوران فرد کے حقوق کی حفاظت کے لئے وضع کئے گئے قوانین کے ذریعہ ہی فرد کو اس کے حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

سردست ہم مذہبی معاشروں کے بارہ میں کسی لمبی چوڑی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے لیکن معاشرتی فلسفہ کے سیکولر نقطۂ نگاہ سے کسی حد تک مذہب کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ماہرین عمرانیات مِن حیثُ الجماعت تسلیم نہیں کرتے کہ مذہب خدا تعالیٰ کی قائم کردہ ایک حقیقت ہے۔ ان کے نزدیک مذہب بھی دراصل انسان کے معاشرتی عمل کا ایک گُونہ اظہار ہے۔

اگر بفرضِ محال مذہب کے ارتقا سے متعلق ان کا نظریہ درست تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس صورت میں تمام مذہبی معاشروں کو انسان کے معاشرتی طبقات میں ایک انوکھی حیثیت حاصل ہو جانی چاہئے۔ بالفاظِ دیگر مذہب، معاشرہ اور فرد کے خلاف ایک مجسّم فریب کی علامت بن کر رہ جاتا ہے۔ بظاہر اس سے وہ ثابت یہ کرنا چاہیں گے کہ تمام بانیان مذاہب (نعوذ باللہ من ذالک) پرلے درجہ کے مکّار تھے جو خود تراشیدہ خداؤں کے نام پر جان بوجھ کر عوام الناس کو دھوکہ دیتے رہے۔ کیا کہنے اس منطق کے!

یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ بانیان مذاہب قوانین خود بناتے ہیں اور نام خدا تعالیٰ کا لیتے ہیں تا کہ بقول ان کے سادہ لوح عوام کو نام نہاد شرعی قوانین کی زنجیروں میں جکڑا جاسکے اور اس طرح یہ دھوکہ باز گروہ (نقل کفر، کفر نہ باشد) خدا تعالیٰ کے نام پر اپنے مفادات کے لئے حکومت کرتا رہے۔ مذہبی معاشرہ کے بارہ میں یہ تصور تو ماہرین عمرانیات کا ہوا۔ کارل مارکس بھی مذہب کے اس تصور سے پوری طرح متفق دکھائی دیتا ہے۔ اس کے نزدیک مذہب محنت کش طبقہ کو ہمیشہ حال مست رکھنے کا ایک نشہ ہے تا کہ متوسّط طبقہ کے ہاتھوں اسے اپنے بے رحم استحصال کا شعور ہی پیدا نہ ہوسکے۔ اس کے نزدیک یہ طاقتور نشہ جو محنت کش طبقہ کو مدہوش رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اُس ضابطۂ اخلاق پر مشتمل ہے جسے جملہ مذاہب عالم کی تائید حاصل ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہمیشہ سے اخلاقیات کا اللہ تعالیٰ کے تصور کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ اس حوالہ سے اخلاقیات انسانی کردار کی تہذیب وتشکیل کا باعث بنتی ہے۔

(باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ

آج نئے سال کا پہلا دن ہے اور یہ جمعۃ المبارک کے بابرکت دن سے شروع ہو رہا ہے۔ حسب روایت نئے سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ مجھے بھی نئے سال کے مبارکباد کے پیغام احباب جماعت کی طرف سے موصول ہو رہے ہیں۔ آپ بھی ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے ہوں گے۔ مغرب میں یا ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک میں نئے سال کی رات ساری رات ہاہُو، شراب نوشی ہلّڑ بازی اور پٹاخے اور پھلجھڑیاں جسے فائر ورکس (Fireworks) کہتے ہیں، سے نئے سال کا آغاز کیا جاتا ہے بلکہ اب مسلمان ممالک میں بھی نئے سال کا اسی طرح استقبال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کل دبئی میں بھی اسی طرح کے فائر ورکس کی خبریں آ رہی تھیں۔ جہاں یہ سب تماشے دکھا رہے تھے، وہیں اس کے ساتھ ایک 63 منزلہ عمارت کو لگی ہوئی آگ کے نظارے بھی دکھائے جا رہے تھے جو راکھ کا ڈھیر ہو گئی تھی۔

کچھ دن پہلے دبئی سے ہی یہ بھی خبر آ رہی تھی کہ ان کا جو سب سے بڑا ہوٹل ہے اس میں دنیا کا مہنگا ترین کرسمس ٹری (Christmas Tree) لگایا گیا ہے جس کی مالیت گیارہ ملین ڈالر کی تھی۔ تو یہ تو اب امیر مسلمان ملکوں کی ترجیحات ہو چکی ہیں۔

احمدیوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی رات عبادت میں گزار دی یا صبح جلدی جاگ کر نفل پڑھ کر نئے سال کے پہلے دن کا آغاز کیا۔ بہت سی جگہوں پر باجماعت تہجد بھی پڑھی گئی لیکن اس سب کے باوجود ہم ان مسلمانوں کی نظر میں غیر مسلم ہیں اور یہ ہلّڑ بازی کرنے والے، رقموں کا ضیاع کرنے والے، غیر مذاہب کی رسومات کو بڑے اہتمام سے منانے والے یہ لوگ مسلمان ہیں۔ بہرحال ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہیں اور ہمیں کسی کی سند کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر ہم کسی سند کے خواہشمند ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں حقیقی مسلمان بن کر سند لینے کی ہے اور اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ ہم نے سال کے پہلے دن انفرادی یا اجتماعی تہجد پڑھ لی یا صدقہ دے دیا یا نیکی کی کچھ اور باتیں کر لیں اور اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا حق دار بنا دیا۔ بیشک یہ نیکی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہو سکتی ہے لیکن تب جب اس میں استقلال بھی پیدا ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت کو نصائح میں سے ایک انتخاب۔
یہی باتیں ہیں جو صرف سال کے پہلے دن ہی نہیں بلکہ سال کے بارہ مہینوں اور 365 دنوں کو بابرکت کریں گی۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنی زندگیوں کو آپ علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ڈھالنے والے ہوں اور ہمارے قدم ہر آن نیکیوں کی طرف بڑھنے والے قدم ہوں۔
ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو ضائع کرنے والے نہ ہوں بلکہ ان دعاؤں کا جو آپ علیہ السلام نے اپنی جماعت کے لئے کی ہیں ہمیشہ وارث بنیں۔
اس دعا کے ساتھ میں آپ سب کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سال کو ہمارے لئے ذاتی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی بیشمار برکات کا باعث بنائے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ یکم رجنوری 2016ء بمطابق یکم صلح 1395 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

آج نئے سال کا پہلا دن ہے اور یہ جمعۃ المبارک کے بابرکت دن سے شروع ہو رہا ہے۔ حسب روایت نئے سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ مجھے بھی نئے سال کے مبارکباد کے پیغام احباب جماعت کی طرف سے موصول ہو رہے ہیں۔ آپ بھی ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے ہوں گے۔ مغرب میں یا ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک میں نئے سال کی رات، ساری رات ہاہُو، شراب نوشی ہلّڑ بازی اور پٹاخے اور پھلجھڑیاں جسے فائر ورکس (Fireworks) کہتے ہیں، سے نئے سال کا آغاز کیا جاتا ہے بلکہ اب مسلمان ممالک میں بھی نئے سال کا اسی طرح استقبال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کل دبئی میں بھی اسی طرح کے فائر ورکس کی خبریں آ رہی تھیں۔ جہاں یہ سب تماشے دکھا رہے تھے، وہیں اس کے ساتھ ہی ایک 63 منزلہ عمارت کو لگی ہوئی آگ کے نظارے بھی دکھائے جا رہے تھے جو راکھ کا ڈھیر ہو گئی تھی۔ لیکن ٹی وی پر بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس عمارت میں یہ آگ لگی ہے تو لگی رہے۔ تباہی ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔ ہم تو اس جگہ کے سامنے اس کے قریب ہی اپنے پروگرام کے مطابق پھلجھڑیاں چھوڑیں گے اور تماشے کریں گے۔

ویسے تو اِس وقت اکثر مسلمان ملکوں کی حالت بری ہے لیکن بہرحال یہ ایک اظہار ہے۔ ان ملکوں سے دنیاداری کے اظہار ہو رہے ہیں جن کے پاس پیسہ ہے۔ اگر آگ وہاں نہ بھی لگی ہوتی تو اس حالت کا یہ تقاضا تھا کہ مسلمان امیر ملک یہ اعلان کرتے کہ ہم ان فضول چیزوں میں پیسہ برباد کرنے کی بجائے جو بہت سارے مسلمان متاثرین ہیں ان کی مدد کریں گے لیکن یہاں تو اپنی تعلیم بھول کر ان کا یہ حال ہے کہ کچھ دن پہلے دبئی سے ہی یہ بھی خبر آ رہی تھی کہ ان کا جو سب سے بڑا ہوٹل ہے اس میں دنیا کا مہنگا ترین کرسمس ٹری (Christmas Tree) لگایا گیا ہے جس کی مالیت گیارہ ملین ڈالر کی تھی۔ تو یہ تو اب امیر مسلمان ملکوں کی ترجیحات ہو چکی ہیں۔

لیکن احمدیوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی رات عبادت میں گزار دی یا صبح جلدی جاگ کر نفل پڑھ کر نئے سال کے پہلے دن کا آغاز کیا۔ بہت سی جگہوں پر باجماعت تہجد بھی پڑھی گئی لیکن اس سب کے باوجود ہم ان مسلمانوں کی نظر میں غیر مسلم ہیں اور یہ ہلّڑ بازی کرنے والے، رقموں کا ضیاع کرنے والے، غیر مذاہب کی رسومات کو بڑے اہتمام سے منانے والے یہ لوگ مسلمان ہیں۔

بہرحال ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان ہیں اور ہمیں کسی کی سند کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر ہم کسی سند کے خواہشمند ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں حقیقی مسلمان بن کر سند لینے کی ہے اور اس کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ ہم نے سال کے پہلے دن انفرادی یا اجتماعی تہجد پڑھ لی یا صدقہ دے دیا یا نیکی کی کچھ اور باتیں کر لیں اور اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا حق دار بنا دیا۔ بیشک یہ نیکی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہو سکتی ہے لیکن تب جب اس میں استقلال بھی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو مستقل نیکیاں اپنے بندے سے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ مستقل اس کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو۔ نیکیاں بجا لانے والا ہو۔ نمازوں اور تہجد کے ساتھ دلوں میں ایک پاک انقلاب پیدا کرنے کی ضرورت ہے تب خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ کسی قسم کی ایسی نیکی جو صرف ایک دن یا دو دن کے لئے ہو وہ نیکی نہیں ہے۔

پس ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ کس قسم کے عمل اور رویے ہمیں اپنانے ہیں یا اپنانے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بنائیں۔ اس کے لئے مَیں نے آج زمانے کی اصلاح کے لئے بھیجے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی بعض نصائح کو لیا ہے جو آپ نے مختلف وقتوں میں اپنی جماعت کو کی ہیں تا کہ مستقل مزاجی اور ایک تسلسل کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ یہی باتیں ہیں جو

صرف سال کے پہلے دن ہی نہیں بلکہ سال کے بارہ مہینوں اور 365 دنوں کو بابرکت کریں گی اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بن سکیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’اب دنیا کی حالت کو دیکھو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یا اب دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ کسی سے کہا جاوے کہ کیا تُو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے الحمدللہ۔ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اُس کی زندگی کا اصول تو خدا کے لئے تھا مگر یہ دنیا کے لئے جیتا‘‘۔ (کہتے تو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه ہیں لیکن فرمایا کہ اللہ کے بجائے دنیا کے لئے جیتا ہے) ’’اور دنیا ہی کے لئے مرتا ہے۔ اس وقت تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے (موت آ جائے) دنیا ہی اس کو مقصود، محبوب اور مطلوب رہتی ہے۔ پھر کیونکر کہہ سکتا ہے کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہوں‘‘۔

فرمایا کہ: ’’یہ بڑی غور طلب بات ہے اس کو سرسری نہ سمجھو۔ مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جب تک اپنے اندر پیدا نہ کرو مطمئن نہ ہو۔ یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے اگر بدوں اتباع مسلمان کہلاتے ہو‘‘۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے، آپ کے اُسوہ پر نہیں چلتے، قرآن کریم کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے) فرمایا کہ ’’نام اور چھلکے پر خوش ہونا دانشمند کا کام نہیں ہے‘‘۔ (پس اگر یہ اتباع نہیں کر رہے تو پھر تو چھلکا ہی ہے) فرمایا کہ ’’کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تُو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا تُو صرف نام ہی پر خوش نہ ہو جا۔ (یہودی کہنے لگا کہ) مَیں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا اور شام سے پہلے ہی اسے دفن کر دیا‘‘۔ (اب خالد کا مطلب یہ ہے لمبا رہنے والا۔ ہمیشہ رہنے والا۔ لیکن اس نام سے تو اس کو زندگی نہیں مل گئی۔ اس کی زندگی تو ایک دن بھی نہ رہی) فرمایا کہ ’’پس حقیقت کو طلب کرو۔ نرے ناموں پر راضی نہ ہو جاؤ۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔ تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھاؤ۔ وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو اگر وہی حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرو ہو‘‘۔ (شیطان کے پیچھے چل رہے ہو۔) ’’غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض و غایت ہونی چاہئے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ ہو اور خدا کی محبت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا اور یہ امر پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو تا کہ تم خدا کے محبوب بنو‘‘۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 188-187، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

اسلام دنیا کی نعمتوں سے منع نہیں فرماتا بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تلقین فرماتا ہے۔ اس بارے میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے اور دنیا اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو۔ جیسے انسان کسی جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے سفر کے لئے سواری اور زادِ راہ کو ساتھ لیتا ہے تو اس کی اصل غرض منزل مقصود پر پہنچنا ہوتی ہے، نہ خود سواری اور راستہ کی ضروریات۔ اسی طرح پر انسان دنیا کو حاصل کرے مگر دین کا خادم سمجھ کر‘‘۔

فرمایا کہ: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (البقرة:202) اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے۔ لیکن کس دنیا کو؟ حَسَنَةُ الدُّنْیَا کو، جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جاوے‘‘۔ (ایسی دنیا کو پہلے رکھا ہے، مقدم کیا ہے کہ اس کی حسنات حاصل کرو جو دنیا آخرت کی حسنات کا موجب بنے) ’’اس دعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں حَسَناتُ الآخرۃ کا خیال رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی حَسَنَةُ الدُّنْیَا کے لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصول دنیا کا ذکر آ گیا جو ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو۔ نہ وہ طریق جو کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف رسائی کا موجب ہو۔ نہ ہم جنسوں میں کسی عار اور شرم کا باعث ہو۔ ایسی دنیا بے شک حسنۃ لآخرۃ کا موجب ہو گی‘‘۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 92-91، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پس فرمایا کہ ایسی دنیا تلاش کرو جس سے کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ جس سے ہم جنسوں میں کسی شرم اور عار کا باعث نہ بن جاؤ تو پھر تمہاری ایسی دنیا جو ہے وہ آخرت کے لئے حسنات کا موجب ہے اور ایسی دنیا کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ ’’سمجھنا چاہئے کہ جہنم کیا چیز ہے؟ ایک جہنم تو وہ ہے جس کا مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے۔ دوسرے یہ زندگی بھی اگر خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہو تو جہنم ہی ہے‘‘۔ (اگر اس میں حسنات نہیں ہیں تو پھر یہ دنیا بھی جہنم بن جاتی ہے۔) فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ ایسے انسان کا تکلیف سے بچانے اور آرام دینے کے لئے متولّی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ ’’یہ خیال مت کرو کہ کوئی ظاہری دولت یا حکومت، مال و عزت، اولاد کی کثرت کسی شخص کے لئے کوئی راحت یا اطمینان، سکینت کا موجب ہو جاتی ہے اور وہ دم نقد بہشت ہی ہوتا ہے‘‘۔ (یعنی یہ دنیا میں بہشتی بن جاتا ہے۔) ’’ہرگز نہیں۔ وہ اطمینان اور وہ تسلی اور وہ تسکین جو بہشت کی انعامات میں سے ہیں ان باتوں سے نہیں ملتی۔ وہ خدا ہی میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کی یہی وصیت تھی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ لذات دنیا تو ایک قسم کی ناپاک حرص پیدا کر کے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں‘‘۔ (صرف دنیا کی لذتیں تو ایک حرص پیدا کرتی ہیں جس سے پیاسے کی پیاس بیماری کی طرح بھڑکتی ہے اور اُسے بڑھا دیتی ہیں) فرمایا کہ ’’استسقاء کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھتی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بے جا آرزوؤں اور حسرتوں کی آگ بھی منجملہ اسی جہنم کی آگ کے ہے جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ اس کو ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطاں و پیچاں رکھتی ہے‘‘۔ فرمایا ’’اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے‘‘ (یعنی احمدیوں کی نظر سے) ’’یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ رہے کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشے میں ایسا دیوانہ اور از خود رفتہ نہ ہو جاوے کہ اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا ہو جاوے‘‘۔ (یعنی دوری پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم ہو جائے۔)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ سے یہ ثابت ہے کہ انسان ان صفات کو اپنے اندر لے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ساری صفتیں سزاوار ہیں جو ربّ العالمین ہے۔ یعنی ہر عالم میں، نطفہ میں، مضغہ وغیرہ سارے عالموں میں، غرض ہر عالم میں۔ پھر رحمٰن ہے پھر رحیم ہے اور مالک یوم الدین ہے۔ اب اِیَّاكَ نَعْبُدُ جو کہتا ہے تو گویا اس عبادت میں وہی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت صفات کا پرتَو انسان کو اپنے اندر لینا چاہئے‘‘۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات ہیں ان کو اپنے اندر بھی اختیار کرنا چاہئے) فرمایا کہ ’’کمال عبد انسان کا یہی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے‘‘ (ان صفات کو اپنائے) ’’اور جب تک اس مرتبہ تک نہ پہنچ جاوے تھکے نہ ہارے۔ اس کے بعد خود ایک کشش اور جذب پیدا ہو جاتا ہے جو عبادت الٰہی کی طرف اسے لے جاتا ہے‘‘۔ (یہ حالتیں، یہ صفات پیدا ہوں گی تو پھر عبادت الٰہی کی طرف توجہ پیدا ہو گی اور عبادت الٰہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے) ’’اور وہ حالت اس پر وارد ہو جاتی ہے جو یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ کی ہوتی ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 133-132، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

اس بارے میں فرماتے ہوئے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اس لئے ہمیشہ اپنی موت کو سامنے رکھو۔ تبھی اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل بھی ہو سکتا ہے۔ تبھی انسان ان صفات کو بھی اپنا سکتا ہے فرمایا کہ:

’’کسی کو کیا معلوم ہے کہ ظہر کے بعد عصر کے وقت تک زندہ رہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ یکدفعہ ہی دورانِ خون بند ہو کر جان نکل جاتی ہے۔ بعض دفعہ چنگے بھلے آدمی مر جاتے ہیں‘‘۔ (ایک واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ) ’’وزیر محمد حسن خان صاحب ہوا خوری کر کے آئے تھے اور خوشی خوشی زینے پر چڑھنے لگے۔ ایک دو زینے چڑھے ہوں گے کہ چکّر آیا، بیٹھ گئے۔ نوکر نے کہا کہ مَیں سہارا دوں۔ کہا نہیں۔ پھر دو تین زینے چڑھے پھر چکّر آیا اور اسی چکر کے ساتھ جان نکل گئی‘‘۔ ایسا ہی (ایک اور شخص کا ذکر فرمایا) ’’غلام محی الدین کونسل کشمیر کا ممبر یکدفعہ ہی مر گیا‘‘۔ فرمایا ’’غرض موت کے آ جانے کا ہم کو کوئی وقت معلوم نہیں ہے کہ کس وقت آ جاوے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ اس سے بے فکر نہ ہوں۔ پس دین کی غم خواری ایک بڑی چیز ہے جو سکرات الموت میں سرخرو رکھتی ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ (الحج:22) ساعت سے مراد قیامت بھی ہو گی ہم کو اس سے انکار نہیں مگر اس میں سکرات الموت ہی مراد ہے کیونکہ انقطاعِ تام کا وقت ہوتا ہے۔ انسان اپنے محبوبات اور مرغوبات سے یکدفعہ الگ ہوتا ہے اور ایک عجیب قسم کا زلزلہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ گویا اندر ہی اندر وہ ایک شکنجہ میں ہوتا ہے‘‘ (جب موت کی ایسی حالت ہوتی ہے۔) ’’اس لئے انسان کی تمام تر سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے‘‘۔ (جب موت کا وقت قریب ہوتا ہے، نزع کی حالت میں ہوتا ہے یا ویسے ہی حالت طاری ہوتی ہے تو اصل چیز فرمایا یہی ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اس کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور فرمایا کہ سعادت یہی ہے کہ وہ موت کا خیال رکھے) ’’اور دنیا اور اس کی چیزیں اس کی ایسی محبوبات نہ ہوں جو اس آخری ساعت میں علیحدگی کے وقت اس کی تکالیف کا موجب ہوں‘‘۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 147-146، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

اور جب یہ یاد ہو گا تو پھر انسان نیکیاں بجا لانے کی کوشش کرے گا۔ پھر بلاوجہ کے تماشوں میں نہ پیسہ ضائع کرے گا نہ وقت ضائع کرے گا۔ نہ بے جا خواہشات کی تکمیل کے لئے ان چیزوں کا ضیاع کرے گا۔

پھر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

’’پس بے خوف ہو کر مت رہو۔ استغفار اور دعاؤں میں لگ جاؤ اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرو۔ اب وہ غفلت کا وقت نہیں رہا۔ انسان کو نفس جھوٹی تسلی دیتا ہے کہ تیری عمر لمبی ہو گی۔ موت کو قریب سمجھو۔ خدا کا وجود برحق ہے۔ جو ظلم کی راہ سے خدا کے حقوق کسی دوسرے کو دیتا ہے وہ ذلت کی موت دیکھے گا‘‘۔

فرمایا:'' اب جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں تین گروہ کا ذکر ہے ان تین کا ہی مزہ چکھادے گا۔ اس میں جو آخر تھے وہ مقدم ہو گئے یعنی ضالّین۔ (یعنی کہ ضالّین جو سورۃ فاتحہ میں آخر میں آتا ہے لیکن یہاں مسلمانوں کی مثال دیتے ہوئے آپ فرما رہے ہیں کہ وہ پہلے ہو گئے اور اس بارے میں مثال یہ فرما رہے ہیں کہ)'' اسلام وہ تھا کہ ایک شخص مرتد ہو جاتا تھا تو قیامت برپا ہو جاتی تھی مگر اب (آپ کے زمانے میں) بیس لاکھ عیسائی ہو چکے ہیں (اسلام چھوڑ کے) اور خود ناپاک ہو کر (اسلام چھوڑنے کی وجہ سے خود ناپاک ہوئے ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنی ناپاکی کا احساس ہو) پاک وجود کو گالیاں دی جاتی ہیں''۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بولا جاتا ہے۔) پھر فرمایا'' پھر مغضوب کا نمونہ طاعون سے دکھایا جا رہا ہے''۔ (یہ جو طاعون ہے یہ بھی آفت ہے۔ یہ ان لوگوں پر پڑتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ آجکل اس زمانے میں بھی طوفان ہیں، زلزلے ہیں اور اَور مختلف قسم کی آفتیں ہیں۔ یہ سب اگر انسان سوچے تو اللہ تعالیٰ کے غضب نازل ہو رہے ہیں اور یہی چیزیں پھر انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آتی ہیں، احساس دلاتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اور اس غضب کی حالت سے بچے۔)

فرمایا کہ'' اس کے بعد اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کا گروہ ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے اور خدا کی قدیم سے سنت چلی آتی ہے کہ جب وہ کسی قوم کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ یہ کام نہ کرنا تو اس قوم میں سے ایک گروہ ضرور خدا کی خلاف ورزی کرتا ہے''۔ (جب قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا اب بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگ کام کریں گے۔ پہلے اللہ تعالیٰ وارننگ دے رہا ہے کہ تم یہ کرو گے لیکن نہ کرنا کیونکہ اس کی سزا ملے گی۔)

فرمایا:'' کوئی قوم ایسی دکھاؤ کہ جس کو کہا گیا کہ تم یہ کام نہ کرو اور اس نے نہ کیا ہو''۔ (یعنی اگر کسی قوم کو کہا ہے کہ کام نہ کرو تو وہ ضرور کرتے ہیں۔)'' خدا نے یہودیوں کو کہا کہ تحریف نہ کرو''۔ (بائبل میں تورات میں انہوں نے تحریف کی۔)'' قرآن کی نسبت یہ نہیں کہا (کہ تحریف نہ کرو) بلکہ یہ کہا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) غرض دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے گروہ میں داخل کرے۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 266-265، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پس اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے گروہ میں داخل ہونے کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے اور مستقل دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ایک یا دو دن کی دعاؤں کی نہیں۔

پھر پاک تبدیلی اور آخرت کی فکر تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی انسان کو آخرت میں سرخرو کرتا ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

'' تقویٰ والے پر خدا کی ایک تجلی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے مگر چاہئے کہ تقویٰ خالص ہو اور اس میں شیطان کا کچھ بھی حصہ نہ ہو ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔ خدا کے پیاروں کو جو دکھ آتا ہے وہ مصلحت الٰہی سے آتا ہے۔ (خدا کے پیاروں کو بھی تکلیفیں یا پریشانیاں آتی ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہوتی ہے) ورنہ ساری دنیا اکٹھی ہو جائے تو ان کو ایک ذرہ بھر تکلیف نہیں دے سکتی''۔ فرمایا'' چونکہ وہ دنیا میں ایک نمونہ قائم کرنے کے واسطے ہیں۔ اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں تکالیف اٹھانے کا نمونہ بھی وہ لوگوں کو دکھائیں ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات میں اس سے بڑھ کر تردّد نہیں ہوتا کہ اپنے ولی کی قبض روح کروں''۔ (اللہ تعالیٰ تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ اپنے ولی کو فوت کرے۔)'' خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے ولی کو کوئی تکلیف آوے مگر ضرورت اور مصالح کے واسطے وہ دکھ دیئے جاتے ہیں اور اس میں خود ان کے لئے نیکی ہے کیونکہ ان کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔'' (دکھ دیئے جاتے ہیں تو اس دکھ میں، تکلیف میں اُن سے بجائے جزع فزع کرنے کے، شور مچانے کے ان کے اعلیٰ اخلاق ظاہر ہوتے ہیں۔)

فرمایا کہ'' انبیاء اور اولیاء اللہ کے لئے تکلیف اس قسم کی نہیں ہوتی...... جس میں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے بلکہ انبیاء شجاعت کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو اسلام کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی مگر دیکھو جنگ اُحد میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے۔ اس میں یہی بھید تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت ظاہر ہو جبکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہو گئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ایسا نمونہ دکھانے کا کسی نبی کو موقع نہیں ملا''۔ فرمایا کہ'' ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا چوری وغیرہ نہیں کرتے''۔ فرمایا کہ'' ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں''۔ (مشرک بھی بہت سارے ایسے ہیں جو ایسی نیکیاں کرتے ہیں ان کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔) فرمایا کہ'' تقویٰ کا مضمون باریک ہے اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس الٹا اس کے منہ پر مارتا ہے۔ متقی ہونا مشکل ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجھے کہے'' (مثال دے رہے ہیں آپ)'' کہ تُو نے قلم چرایا ہے تو تُو کیوں غصہ کرتا ہے''۔ (اگر کسی پہ کوئی جھوٹا الزام لگا دیتا ہے مثلاً چھوٹا سا الزام ہی ہے کہ میں نے یہاں قلم رکھا تم نے اس کو اٹھا لیا اس پہ دوسرے کو غصہ آ جاتا ہے۔ فرمایا کیوں، غصے کی کیا ضرورت ہے۔) فرمایا کہ'' تیرا پرہیز تو محض خدا کے لئے ہے''۔ (اس چیز پر غصے سے بچنا تو خدا کے لئے ہے۔)'' یہ طیش اس واسطے ہوا کہ رُو بحق نہ تھا۔'' (جو غصہ تمہیں آیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا تعلق نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے بعض لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔ اگر اللہ سامنے یاد رہے تو کبھی غصہ نہ آئے۔) فرمایا'' جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آ جائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔'' (اس چیز کو یاد رکھو۔) فرمایا کہ'' اس واسطے تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو''۔ (کسی کو الہام ہو گیا، کسی کو رؤیا ہوا، کوئی سچی خوابیں آ گئیں، کشف ہو گیا)'' بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو۔'' (یہ نہ دیکھو کہ کس کو کیا سچی خوابیں آ رہی ہیں کہ نہیں آ رہیں۔ یہ دیکھو کہ تقویٰ ہے کہ نہیں۔)'' جو متقی ہے اُسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں۔'' (جتنے مرضی کوئی الہام سناتا رہے۔ اگر اس میں تقویٰ نہیں ہے، لوگوں کے حق مار رہا ہے، ذرا ذرا سی بات پر غصہ میں آ جاتا ہے تو وہ چاہے جتنی مرضی سچی خوابیں سنائے کوئی سچی خواب نہیں۔) فرمایا کہ'' ان میں شیطان کا حصہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقویٰ سے جانچو اور اندازہ کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔ انبیاء کے نمونہ کو قائم رکھو۔ جتنے نبی آئے ہیں سب کا مدّعا یہی تھا کہ تقویٰ کی راہ سکھلائیں۔ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:35)'' (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حقیقی والی جو ہیں وہ متقیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔)'' مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمالِ اُمّت کو چاہتا ہے''۔ (نبی کا کمال اس کی اُمّت کے کمال کو چاہتا ہے۔) فرمایا کہ'' چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختمِ نبوت ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنا لے۔ (جو خاتم النبیین ہے تو اس خاتم النبیین کو ماننے والے کو خود بھی تقویٰ کے وہ معیار حاصل کرنے چاہئیں جو اعلیٰ ترین معیار ہوں اس لئے فرمایا کہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بناؤ)۔

فرمایا کہ'' دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے ہیں۔ مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں''۔ (اس طرح پڑھ پڑھ کے بیچارے کمزور ہو جاتے ہیں جس طرح کوئی ٹی بی کا مریض ہو۔)'' پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ''۔ (تقویٰ بھی ایک امتحان ہے اس کے لئے بھی محنت کرنا پڑتی ہے۔)'' جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آ کر وہ خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔ وہ مظہر الٰہی اور خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 302-301، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پھر تقویٰ کے ہی حوالے سے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

'' اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے''۔ (تقویٰ کے ذریعہ سے ہمیں بلاوجہ غصہ جو آ جاتا ہے یا بلاوجہ کسی کا غصہ ہمارے پر ہو اس کا مقابلہ کرنا ہے۔)'' بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لیے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے''۔ (کسی کے غصے سے خود مغلوب الغضب نہ ہو جاؤ اور وہی حرکت خود نہ شروع کر دو) فرمایا کہ'' عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے۔'' (تکبر اور غرور جو ہیں یہ بھی غصے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں)'' اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔'' (تکبر و غرور ہو تو انسان کو غصہ آتا ہے۔ کسی نے کچھ کہہ دیا تو ذرا سی بات پہ غصہ چڑھ گیا۔ صرف وجہ یہی ہے کہ اس میں تکبر ہے) فرمایا'' کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے''۔ فرمایا کہ'' میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ (کسی کو کم سمجھیں) خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت کا بیج بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔'' (جو اپنے آپ کو کسی بھی لحاظ سے بڑا سمجھتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ دوسرے کی تحقیر کر رہا ہے اور دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور یہ حقارت سے دوسرے کو دیکھنا، فرمایا کہ ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے)'' بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں''۔ (بڑا آدمی ہو، امیر آدمی ہو تو بڑے ادب سے ملتے ہیں۔ بڑا عزت احترام کرتے ہیں)'' لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔'' (کسی مسکین اور غریب آدمی کی بات کو سنے اور بڑے آرام سے سنے، توجہ سے سنے)'' اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (الحجرات: 12) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فُسّاق و فُجّار کا ہے۔ جو شخص کسی کو

چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جبتک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصول سے نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔(الحجرات:14)۔“ (ملفوظات جلد1 صفحہ 36، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پھر تقویٰ کے بارے میں جماعت کو مزید نصیحت کرتے ہوئے، اس کے مختلف پہلو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے جس قدر قویٰ عطا فرمائے ہیں“ (جس قدر قوتیں انسان کو دی ہیں) ”وہ ضائع کرنے کے لئے نہیں دیئے گئے۔ ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی ان کی نشوونما ہے“۔ (ان کو انصاف سے اور جائز جگہ پر استعمال کرنا یہی ان کا صحیح استعمال ہے۔ اس سے وہ بہتر ہوتے ہیں۔ نشوونما پاتے ہیں۔ بڑھتے ہیں۔ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مزید نیکی اجاگر ہوتی ہے۔) فرمایا ”اسی لئے اسلام نے قوائے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کرایا“۔ (جنسی قویٰ جو ہیں یا آنکھ جو ہے یہ کسی بدکام کے لئے نہیں دیئے گئے۔ آنکھ سے بدنظری کرنے کا نہیں کہا۔ یہ سارے قویٰ دیئے ہیں لیکن فرمایا کہ ان کا جائز استعمال کرو تو تزکیۂ نفس ہوگا۔) ”جیسے فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ(المؤمنون:2) اور ایسے ہی یہاں بھی فرمایا۔ متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ“۔ (یہ اس کی تشریح بیان کر رہے ہیں۔) ”یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں۔ ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے پھر اسے کھڑا کرتے ہیں۔“ (لوگ کہتے ہیں نماز میں توجہ نہیں رہتی تو بہتوں کے ساتھ یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ ڈگمگاتی ہے تو اسے کھڑا کرتے ہیں۔) ”خدا کے دیئے ہوئے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطرات نفس بلا سوچے سمجھے گزشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں“۔ (پہلے ایمان بالغیب ہوتا ہے آخر پھر وہی ایمان بالغیب جو ہے وہ یقین تک لے جاتا ہے اور) ”یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جارہی ہے“۔ (یعنی مسلسل کوشش کرنے والے لوگ جو ہیں وہی پھر اس سڑک پر چلتے ہیں جو ہدایت کی طرف لے جانے والی ہے۔) ”اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے اور راہ کے خطرات سے نجات پاچکے ہیں۔ اس لئے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقویٰ کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی جس میں تقویٰ کے وصایا بھی دیئے“۔ (یہ سارا بیان کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں) ”سو ہماری جماعت یہ غم کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں“۔

(ملفوظات جلد1 صفحہ 35، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

”اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں فلاح دارین حاصل ہو اور لوگوں کے دلوں پر فتح پاؤ تو پاکیزگی اختیار کرو۔ عقل سے کام لو اور کلام الٰہی کی ہدایات پر چلو۔ خود اپنے تئیں سنوارو اور دوسروں کو اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھاؤ۔ تب البتہ کامیاب ہو جاؤ گے“۔ ایک فارسی شعر کا مصرعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ:

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل“

(کہ جو بھی بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر ضرور بیٹھتی اور اثر کرتی ہے۔ پس ایک مومن کی ہر بات دل سے نکلنی چاہئے اور دوسروں کے لئے بھی فلاح کا موجب ہونی چاہئے اور یہی پھر اپنی فلاح کا بھی باعث بنتی ہے۔) فرمایا ”پس پہلے دل پیدا کرو۔ اگر دلوں پر اثر اندازی چاہتے ہو تو عملی طاقت پیدا کرو“۔ (اگر دوسروں کے دلوں پر اثر کرنا ہے تو پہلے اپنے اندر عملی طاقت پیدا کرو۔ اپنے دل کو پہلے اس قابل بناؤ کہ ساری نیکیاں اس میں قائم ہو جائیں اور پھر ان پر عمل بھی کرو۔) فرمایا ”کیونکہ عمل کے بغیر قولی طاقت اور انسانی قوت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ زبان سے قیل و قال کرنے والے تو لاکھوں ہیں۔ بہت سے مولوی اور علماء کہلا کر منبروں پر چڑھ کر اپنے تئیں نائب الرسول اور وارث الانبیاء قرار دے کر وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تکبر، غرور اور بدکاریوں سے بچو مگر جو اُن کے اپنے اعمال ہیں اور جو کرتوتیں وہ خود کرتے ہیں ان کا اندازہ اس سے کرلو کہ ان باتوں کا اثر تمہارے دل پر کہاں تک ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد1 صفحہ 67، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پھر اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ کہنے سے پہلے خود عمل کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”اگر اس قسم کے لوگ عملی طاقت بھی رکھتے اور اور کہنے سے پہلے خود کرتے تو قرآن شریف میں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ(الصف:3)۔ کہنے کی کیا ضرورت پڑتی؟ یہ آیت ہی بتلاتی ہے کہ دنیا میں کہہ کر خود نہ کرنے والے بھی موجود تھے اور ہیں اور ہوں گے“۔

(ملفوظات جلد1 صفحہ 67، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پس اس پر اگر قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنا ہے تو اس طرف بھی غور کرنا ہوگا۔ پھر اس نصیحت کو خاص طور پر ہمیں چاہئے کہ ہم خود پہلے اپنا جائزہ لیں اور ہر ایک کو لینا چاہئے اور یہ بنیادی نصیحت خاص طور پر عہدیداروں کو بھی یاد رکھنی چاہئے جو دوسروں سے تو اپنے اندر تبدیلی کی توقع رکھتے ہیں، ان کو نصائح کرتے ہیں لیکن اگر اپنے معاملہ میں ایسی صورتحال پیدا ہو جائے تو بالکل اس کے الٹ کرتے ہیں یا اس میں حیل و حجّت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حکموں کو اور اس کے رسول کے حکموں کو پھر ثانوی حیثیت دے دیتے ہیں۔ کئی ایسے معاملے سامنے آجاتے ہیں۔

پھر مزید قول و فعل میں تطابق کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ”تم میری بات سن رکھو اور خوب یاد کرلو کہ اگر انسان کی گفتگو سچے دل سے نہ ہو اور عملی طاقت اس میں نہ ہو تو وہ اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسی سے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صداقت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو کامیابی اور تاثیر فی القلوب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصے میں آئی اس کی کوئی نظیر بنی آدم کی تاریخ میں نہیں ملتی اور یہ سب اس لئے ہوا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول اور فعل میں پوری مطابقت تھی۔“

(ملفوظات جلد1 صفحہ 68-67، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

اور یہی ہمیں حکم ہے کہ آپ کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کریں۔

پھر صرف ایک اور بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو جماعت کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اور ماں باپ کے لئے بھی ضروری ہے اور جو نوجوان اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کے لئے بھی ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”آجکل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آ کر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مسّ نہیں ہوتا“۔ (کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس طرف صحیح طرح توجہ نہیں پھیرتے۔) ”پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہو جاتے ہیں“۔ (کسی فلاسفر کے یا کسی scientist کے خدا کے بارے میں یا دین کے بارے میں اعتراض جب پڑھتے ہیں تو شکوک اور وساوس شروع ہو جاتے ہیں۔) ”تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں“۔ فرمایا کہ ”ایسی حالت میں ان کے والدین بھی ان پر بڑا ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے اور ابتدا ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ڈال دیتے ہیں جو انہیں پاک دین سے محروم کر دیتے ہیں“۔ (ملفوظات جلد1 صفحہ 70، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پس والدین کو بچوں کی طرف توجہ دینی چاہئے اور نوجوانوں کو خود اپنا علم حاصل کرنے کے لئے دینی علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے اور جماعت احمدیہ میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن شریف، اس کی تفاسیر، اس کثرت سے لٹریچر موجود ہے کہ اس کو اگر پڑھا جائے تو تمام اعتراضات اور وساوس بڑے آرام سے دور ہو جاتے ہیں۔

پھر باہمی اخوت اور اتفاق اور محبت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ”جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر مَیں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہمت اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے“۔ (پھر مقصد پورے نہیں ہوں گے اگر آپس میں اختلافات ہوئے۔ اس لئے اختلافات کو ختم کرو۔ اتحاد پیدا کرو۔) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دُعا کرو“۔ (محبت کا تقاضا کیا ہے کہ تم چاہے جانتے ہو یا نہیں جانتے ایک تو اس کے لئے دعا کرو اور دوسرے کسی کو بتائے بغیر اس کے لئے دعا کرو) اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہو“۔ (دوسرے کو نہیں پتا کہ کون کس کے لئے دعا کر رہا ہے لیکن جب اس طرح کوئی کرتا ہے تو فرشتہ اس کے لئے دعا کرتا ہے) فرمایا ”کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو“۔

فرمایا: ”مَیں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ(آل عمران:104) یاد رکھو تألیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جبتک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے (بلکہ فرمایا کہ) وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔“

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ”میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبق کیا ہے۔ بخل ہے۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔“ (بڑی تکلیف سے آپ فرما رہے ہیں کہ جو بخل بھی رکھتے ہیں۔ رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور اپنے جذبات پر قابو نہیں پاتے۔ ان لوگوں کو فرمایا۔) ”ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روز مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے

موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخوں کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر اس کو سر سبز نہیں کر سکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو۔ میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد2 صفحہ 49-48، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

چاہے اس کا ظاہر میں کسی کو پتا ہو یا نہ پتا ہو لیکن جو شخص بھی کمزور ہے وہ ان باتوں سے فیضیاب نہیں ہوگا یا پھر ان دعاؤں سے حصہ نہیں پا سکے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے افراد کے لئے کی ہیں۔ پس اس بارے میں ہر ایک کو اپنے جائزے لیتے رہنا چاہئے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ(آل عمران:56)۔ یہ تسلی بخش وعدہ ناصرت میں پیدا ہونے والے ابن مریم سے ہوا تھا‘‘۔ (یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک میں بالا دست کرنے والا ہوں، فوقیت دوں گا۔)

فرمایا کہ یہ وعدہ تو بیشک ابن مریم سے ہوا تھا۔ ’’مگر مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ یسوع مسیح کے نام سے آنے والے ابن مریم کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں الفاظ میں مخاطب کر کے بشارت دی ہے۔‘‘ (فرمایا کہ) ’’اب آپ سوچ لیں کہ جو میرے ساتھ تعلق رکھ کر اس وعدۂ عظیم اور بشارت عظیم میں شامل ہونا چاہتے ہیں کیا وہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اَمّارہ کے درجہ میں پڑے ہوئے فسق و فجور کی راہوں پر کاربند ہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی سچی قدر کرتے ہیں اور میری باتوں کو قصہ کہانی نہیں جانتے تو یاد رکھو اور دل سے سن لو۔ مَیں پھر ایک بار لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ تعلق کوئی عام تعلق نہیں بلکہ بہت زبردست تعلق ہے اور ایسا تعلق ہے کہ جس کا اثر نہ صرف میری ذات تک بلکہ اس ہستی تک پہنچتا ہے جس نے مجھے بھی اس برگزیدہ انسان کامل کی ذات تک پہنچایا ہے جو دنیا میں صداقت اور راستی کی روح لے کر آیا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر ان باتوں کا اثر میری ہی ذات تک پہنچتا تو مجھے کچھ بھی اندیشہ اور فکر نہ تھا اور نہ ان کی پرواہ تھی مگر اس پر بس نہیں ہوتی اس کا اثر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خود خدائے تعالیٰ کی برگزیدہ ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ پس ایسی صورت اور حالت میں تم خوب دھیان دے کر سن رکھو کہ اگر اس بشارت سے حصہ لینا چاہتے ہو اور اس کے مصداق ہونے کی آرزو رکھتے ہو اور اتنی بڑی کامیابی (کہ قیامت تک مکفّرین پر غالب رہو گے) کی سچی پیاس تمہارے اندر ہے تو پھر اتنا ہی مَیں کہتا ہوں کہ یہ کامیابی اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک لوّامہ کے درجہ سے گزر کر مطمئنہ کے مینار تک نہ پہنچ جاؤ۔ اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کہتا کہ تم لوگ ایک ایسے شخص کے ساتھ پیوند رکھتے ہو جو مامور من اللہ ہے۔ پس اس کی باتوں کو دل کے کانوں سے سنو اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو جاؤ تا کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو اقرار کے بعد انکار کی نجاست میں گر کر ابدی عذاب خرید لیتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ 103 تا 105، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

پھر قبولیت دعا کی شرائط کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ’’یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدّنظر رکھے اور اس کے غناءِ ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان بن جاتی ہیں۔ (ایک روک بن جاتی ہیں) اور استجابت کا دروازہ اس کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد1 صفحہ 108، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

فرمایا ’’چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت سے ہیں لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (المائدة:28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا۔ (وعدہ خلافی کوئی نہیں ہوتی۔) جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (آل عمران:10)۔

پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کے لئے ایک غیر منفک شرط ہے تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظّ حاصل کرے اور زیادتی ایمانی کا حصہ لے۔‘‘ (ملفوظات جلد1 صفحہ 109-108، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

فرمایا: ’’یہ مت خیال کرو کہ صرف بیعت کر لینے سے ہی خدا راضی ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف پوست ہے۔ مغز تو اس کے اندر ہے۔ اکثر قانون قدرت یہی ہے کہ ایک چھلکا ہوتا ہے اور مغز اس کے اندر ہوتا ہے۔ چھلکا کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔ مغز ہی لیا جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں مغز رہتا ہی نہیں اور مرغی کے ہوائی انڈوں کی طرح جن میں نہ زردی ہوتی ہے نہ سفیدی، جو کسی کام نہیں آ سکتے اور ردّی کی طرح پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ایک دو منٹ تک کسی بچے کے کھیل کا ذریعہ ہو تو ہو۔ اسی طرح پر وہ انسان جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اگر وہ ان دونو باتوں کا مغز اپنے اندر نہیں رکھتا تو اسے ڈرنا چاہئے کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس ہوائی انڈے کی طرح ذرا سی چوٹ سے چکنا چور ہو کر پھینک دیا جائے گا‘‘۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 167، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

فرمایا ’’اسی طرح جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا مَیں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آ جاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے۔ پس نرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں۔ جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ نکلے وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا‘‘۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 167، مطبوعہ انگلستان۔ ایڈیشن 1985ء)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنی زندگیوں کو آپ علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ڈھالنے والے ہوں اور ہمارے قدم ہر آن نیکیوں کی طرف بڑھنے والے قدم ہوں۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو ضائع کرنے والے نہ ہوں بلکہ ہمیشہ ان دعاؤں کا وارث بنیں جو آپ علیہ السلام نے اپنی جماعت کے لئے کی ہیں۔ اس دعا کے ساتھ میں آپ سب کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس سال کو ہمارے لئے ذاتی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی بیشمار برکات کا باعث بنائے۔

بقیہ :وقف جدید از صفحہ 14

شاندار قربانی کی مثال حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے قائم کی۔ جنہوں نے ابتداء میں ہی دس دس ایکٹر زمین اس کے لئے وقف کر دی۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 19)

اور بہت ساری غیر معمولی مثالوں میں سے قربانی کا ایک نمونہ حضرت مسیح پاکؑ کے وطن ثانی سیالکوٹ کے ایک مخلص احمدی محترم محمد اعظم صاحب بی ٹی سیکنڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول گھٹیالیاں کا بھی ہے۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں لکھا:

’’تحریک وقف جدید میں حضور نے ایک لاکھ چندہ دینے والے احمدیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ آج خطبہ جمعہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے میرے دل میں یہ تحریک کی ہے کہ میں ہر چندہ دینے والے احمدی کی طرف سے ضرور کچھ نہ کچھ ادا کروں ......سو میں ایک پائی ہر احمدی کی طرف سے ادا کرتا ہوں یعنی کل ایک لاکھ پائی ......مبلغ 4 /520/13 روپے‘‘

جب دعاؤں اور اخلاص کی ساتھ اس تحریک کا مبارک آغاز ہوا تو عالم الغیب خدا نے اس تحریک کے مستقبل کے لئے امام وقت کی زبان سے پیشگوئی ان الفاظ میں جاری کروادی۔

’’خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے آثار بتا رہے ہیں کہ اس کا مستقبل بہت شاندار ہوگا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 23)

آج دو سو سے زائد ممالک میں پھیلے شاملین وقف جدید ہر سال لاکھوں پونڈ کی قربانی کر کے اس تحریک کے شاندار مستقبل کے لئے مددگار و گواہ ہیں۔ سال 2014ء کی قربانی کی رقم 62 لاکھ 9 ہزار پونڈ تھی۔ اور 2015ء میں 68 لاکھ 91 ہزار پونڈ اس تحریک میں پیش کئے گئے۔ اس بابرکت تحریک کی آمد سے کئے جانے والے بابرکت کاموں کا ایک خلاصہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یوں بیان فرمایا:

’’آج حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اس کی خاطر نیک مقاصد کی ترقی کے لئے خرچ کرتی ہے۔ اور خرچ کرنے کی خواہشمند ہے۔ اسلام کی تبلیغ ہے۔ مبلغین کی تیاری اور ان کو میدان عمل میں بھیجنا ہے۔ لٹریچر کی اشاعت ہے۔ قرآن کی اشاعت ہے۔ مساجد کی تعمیر ہے۔ مشن ہاؤسز کی تعمیر ہے۔ سکولوں کا قیام ہے۔ ریڈیو اسٹیشن کا مختلف ممالک میں اجراء ہے جہاں سے دین کی تعلیم پھیلائی جاتی ہے۔ دوسرے انسانی خدمت کے کام ہیں۔ غرض کہ اس طرح کے مختلف النوع کام ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو آج دنیا کے نقشے پر حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق صرف جماعت احمدیہ ہی کر رہی ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 جنوری 2015 الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری 2015 صفحہ 5)

کہاں وہ وقت جب امام وقت اپنے مکان اور کپڑے بیچنے کا کہہ رہے تھے اور کہاں سالانہ لاکھوں پونڈ کی قربانی۔ پھر ہر سال مسلسل اس میں اضافہ۔ واقعی شاندار مستقبل۔ کہاں وقتی اور مصنوعی لذات پر دولت لٹانے والوں کے جھرمٹ کے جھرمٹ اور کہاں خدمت خلق کے لئے سب کچھ قربان کرنے والوں کے حوصلے۔ آج ذوق دو انتہاؤں کو چھو رہے ہیں۔ احمدیت کے پروانوں، خلافت کے عاشقوں کی دنیا اور ہے اور دنیا داروں کی دنیا اور۔ ایک ہی جگہ رہتے ہوئے جنت و جہنم کے مضامین بہت گہرے اور واضح ہو گئے ہیں۔

☆......☆......☆

خلافتِ حقّہ

سچی پاکیزگی، حقیقی تزکیہ اور دنیا و آخرت کی حسنات اور ترقیات کے حصول کے لئے ایک عظیم الشان الٰہی نظام

قسط نمبر 27

نماز کس طرح فحشاء اور منکر سے بچاتی ہے

یہ سوال اکثر ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ بھلا محض نماز پڑھنے سے اور مسجد میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے سے فحشاء اور منکرات سے انسان کیسے بچ سکتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی لوگ بظاہر بڑے نمازی ہوتے ہیں لیکن وہ کئی قسم کی بدیوں اور فحشاء اور ناپسندیدہ باتوں میں ملوّث ہوتے ہیں۔ خاص طور پر آج کل کے ملّاؤں کے شر اور فساد تو ایک کھلی حقیقت ہیں جو حسب ارشاد نبوی آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں۔ تو پھر قرآن مجید جب کہتا ہے کہ نماز بدیوں سے روکتی ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اور صلوٰۃ کیسے بدیوں سے روکتی ہے۔ اس سوال کے جواب کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کا ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اسلام کے سارے قانون کوئی نہ کوئی خوبی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ وہ صرف حکم کے طور پر نہیں دیئے گئے بلکہ انسانی مقاصد اور ضروریات کو مدّنظر رکھتے ہوئے دیئے گئے ہیں۔ دنیا میں بعض دفعہ ایک آقا اپنے نوکر کو حکم دے دیتا ہے کہ یوں کرو۔ مگر اس میں کوئی حکمت نہیں ہوتی۔ یا سزا کے طور پر وہ بعض احکام دے دیتا ہے مگر ان کے پس پردہ بھی کوئی حکمت کام نہیں کر رہی ہوتی۔ مثلاً بعض لوگ جب کسی کو سزا دینا چاہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ اب دیوار کی طرف منہ کرانے میں کوئی حکمت نہیں ہوتی محض دوسرے کی تذلیل مدّنظر ہوتی ہے۔ لیکن اسلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں جس قدر احکام دیئے گئے ہیں اُن میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے، کوئی نہ کوئی غرض ہے جس کو مدّنظر رکھتے ہوئے وہ احکام دیئے گئے ہیں۔ **کوئی حکم نہیں دیا گیا مگر اسی صورت میں کہ اُس کا فائدہ بنی نوع انسان کو پہنچ سکتا تھا اور کسی بات سے نہیں روکا گیا مگر اُسی صورت میں کہ اُس کا نقصان بنی نوع انسان کو پہنچ سکتا تھا** اور یہ اسلامی شریعت کی باقی تمام شریعتوں پر ایک امتیازی فوقیت ہے۔...... اسلام نے کوئی حکم بھی ایسا نہیں دیا جس میں کوئی حکمت اور غرض مدّنظر نہ ہو۔

مثلاً نماز کو ہی لے لو۔ **اللہ تعالیٰ نے اگر ایک طرف ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تو اُس کے ساتھ ہی اُس نے نماز کا فائدہ بھی بیان کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ (عنکبوت: رکوع 5) نماز انسان کو بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ یعنی نماز میں ایسی تعلیمیں دی گئی ہیں اور ایسے اعلیٰ اور بلند مقاصد انسان کے سامنے رکھے گئے ہیں کہ اگر انسان صحیح طور پر نماز پڑھے تو یقیناً وہ فحشاء اور منکر سے بچ جائے گا۔**

فَاحِشَۃ‘‘ کے معنے ہوتے ہیں مَا اشۡتَدَّ قُبۡحُہٗ مِنَ الذُّنُوۡبِ (اقرب) ہر وہ غلطی جو بہت ہی معیوب ہو اور جس کا عیب اتنا ظاہر ہو کہ لوگ اس کی طرف انگلیاں اٹھانے لگ جائیں اور کہنے لگیں کہ دیکھو یہ کتنی بری حرکت ہے۔ اور مُنۡکَر‘‘ کے معنے ہوتے ہیں مَا لَیۡسَ فِیۡہِ رِضَی اللّٰہِ مِنۡ قَوۡلٍ اَوۡ فِعۡلٍ (اقرب) ہر ایسا قول یا فعل جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ **یہ نماز کا فائدہ ہے جو قرآن کریم نے بیان کیا۔**

اب اگر ہم اور احکام کو جانے دیں اور صرف اسی حکم پر غور کریں تو اس حکم میں ہی ہمیں اسلام کی فضیلت نہایت نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ اور ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ **واقعہ میں اگر کوئی شخص سچے دل سے نمازیں پڑھے تو وہ فحشاء اور منکر سے بچ جائے گا۔**

ہر مسلمان دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتا ہے اور ہر نماز میں کچھ فرض ہوتے ہیں، کچھ سُنّتیں ہوتی ہیں اور کچھ نوافل ہوتے ہیں۔ اور پھر تہجد اور اشراق وغیرہ کی بھی نمازیں ہیں۔ ان سب نمازوں میں وہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتا ہے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ ۔ یعنی اے خدا! میری زندگی میں بعض کام بُرے ہوں گے اور بعض اچھے ہوں گے۔ بعض ایسے ہوں گے جو پسندیدہ ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے مطابق ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے جو ناپسندیدہ ہوں گے اور اخلاقی معیار سے گرے ہوئے ہوں گے۔ الٰہی میری دُعا تجھ سے یہ ہے کہ تُو ہمیشہ میرا قدم ایسے راستہ پر رکھیو جو صراط مستقیم ہو۔ جس پر چلنے کے نتیجہ میں کسی قسم کا ظلم نہ ہو۔ کسی قسم کی تعدّی نہ ہو۔ کسی قسم کی بے حیائی نہ ہو۔ اور جس پر چل کر میں ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہوں۔ اب جو شخص دن رات اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتا رہے گا اور دُعا بھی سچے دل سے کرے گا وہ برائیوں اور گناہوں میں ملوث ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

اگر اس کے سامنے شہوات کا سوال آئے گا تو فوراً اُس کے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ میں سیدھے راستہ پر چلوں۔ یعنی شہوات کو پورا کرنے کے جو حلال طریق اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں اُن کو اختیار کروں۔ ناجائز اور حرام راستہ اختیار نہ کروں۔ کھانے پینے کا سوال آئے گا تو فوراً اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم آجائے گا کہ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا (اعراف: رکوع 3) کھاؤ اور پیو مگر اسراف سے کام نہ لو۔ معاملات کی طرف آئے گا تو فوراً اس کے سامنے یہ بات آجائے گی کہ میں نے دھوکا بازی نہیں کرنی۔ دغا اور فریب سے کام نہیں لینا کیونکہ ایسا کرنا ظلم ہے۔ غرض جو شخص یہ سمجھ کر دُعا کرے گا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ تمسخر نہیں کر رہا۔ ہنسی نہیں کر رہا۔ دین سے تلعّب نہیں کر رہا وہ کھانے پینے کے معاملات میں، دوستوں کے تعلقات میں، بیوی بچوں سے سلوک کرنے میں، شہریت کے حقوق اور فرائض ادا کرنے میں، غیر ممالک اور اقوام سے تعلقات رکھنے میں ہمیشہ یہ غور کرتا رہے گا کہ مَیں وہ راستہ اختیار کروں جو سیدھا ہے اور جس میں کسی قسم کی کجی نہیں پائی جاتی۔ آخر جو شخص خدا سے کچھ مانگے گا وہ خود اُس کے مطابق عمل کرنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوگا؟ کیا کوئی شخص کبھی یہ دُعا کیا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے ہیضہ ہو جائے؟ وہ کیوں یہ دعا نہیں کرتا؟ اس لئے کہ وہ ہیضہ کو بُرا سمجھتا ہے۔ اگر وہ اچھا سمجھتا تو اللہ تعالیٰ سے ضرور مانگتا۔ پس وہی چیز انسان اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے جسے وہ اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے۔ اور جب وہ کسی چیز کو اچھا سمجھے گا تو لازمًا اُس کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کرے گا۔

پھر یہیں تک بس نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھے سیدھے راستے پر چلا بلکہ وہ ساتھ ہی یہ دُعا بھی کرتا ہے کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ الٰہی میری یہی خواہش نہیں کہ تُو مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ بلکہ میری یہ بھی خواہش ہے کہ تو مجھے اُن لوگوں کے راستہ پر چلا جو تیرے دربار میں خاص طور پر مقرّب ہیں۔ مَیں عام لوگوں کے راستہ پر بھی نہیں چلنا چاہتا۔ مَیں درمیانی درجہ کے لوگوں کے راستہ پر نہیں چلنا چاہتا بلکہ مَیں اُن اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی خواہش رکھتا ہوں جنہوں نے تجھ سے انعامات حاصل کئے اور جو منعم علیہ گروہ میں شامل ہوئے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ منعم علیہ گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ (نساء: رکوع 9) یعنی منعم علیہ گروہ وہ ہے جس میں نبی، صدیق، شہید اور صالح شامل ہیں۔ **پس یہی نہیں کہ ہر مومن نماز میں پانچ وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے بدی سے بچا۔ یہی نہیں کہ ہر مومن نماز میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے نیکی کی توفیق عطا فرما بلکہ ہر مومن نماز میں اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ والی نیکی دے۔ یا اللہ مجھے اُسی طرح گناہ سے بچا جس طرح تُو نے نوحؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ اور دوسرے انبیاء کو بچایا۔ یہ کتنا بلند مقام ہے جس کو حاصل کرنے کی دُعا سکھائی گئی ہے اور کتنا جوش ہے جو اس میں پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص سچے دل سے نماز پڑھتا ہے تو لازمی طور پر وہ اس مقام کے حصول کے لئے کچھ تو جدّ وجہد کرے گا۔ اور جب وہ جدّ و جہد کرے گا تو لازمی طور پر وہ اُن دوسروں کی نسبت جن کے دلوں میں یہ جوش نہیں پایا جاتا بہتر حالت میں ہوگا۔ اور اس دُعا کے نتیجہ میں وہ ہر قسم کی بدیوں سے بچ جائے گا۔ اور ہر قسم کی نیکیوں کو حاصل کر لے گا۔**

پھر ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم نماز میں اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کیا کریں کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۔ اے خدا! ’’ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور اے خدا ہم تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔‘‘ اسی طرح اگلی آیت میں یہ دُعا سکھائی گئی ہے کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۔ اے خدا ہم کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اب نماز میں دُعا مانگنے والا شخص تو ایک ہوتا ہے مگر وہ بار بار ہم کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے اے خدا ’’ہم‘‘ تیری عبادت کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہم کو سیدھے راستہ دکھا۔

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ اس سے کیا مراد ہے اور کیوں ہمیں بار بار ’ہم‘ لفظ استعمال کرنے کی تاکید کی گئی ہے؟ اگر ہم سوچیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یا تو اس سے ساری دنیا کے لوگ مراد ہیں۔ یا سارے مسلمان مراد ہیں۔ یا سارے شہر والے مراد ہیں۔ یا سارے محلّہ والے مراد ہیں۔ یا اپنی حکومت کے سب افراد مراد ہیں۔ بہر حال جب ایک شخص نماز میں ’ہم‘ کا لفظ استعمال کرے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ اپنی دعا میں اُن لوگوں کو بھی شریک کرتا ہے جو اس کے علاوہ ہیں۔ وہ نماز میں بڑے جوش اور درد سے یہ دُعا کر رہا ہوتا ہے کہ الٰہی! ہماری مدد کر۔ الٰہی! ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ الٰہی! ہمیں بدیوں سے بچا۔ الٰہی! ہمیں اعلیٰ درجہ کی نیکیوں کی توفیق عطا فرما۔ اور اُس کے پاس کھڑا ہوا ایک دوسرا شخص یہ خیال کر رہا ہوتا ہے کہ نماز جلدی ختم ہو تو میں گھر جاؤں۔ میں نے جانوروں کو چارہ ڈالنا ہے۔ یا میری بیوی بیمار ہے اُس کے لئے ڈاکٹر سے دوائی لانی ہے۔ وہ بظاہر نماز پڑھ رہا ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کی توجہ کسی اور طرف ہوتی ہے۔ اگر اُس کے ساتھ کھڑا ہونے والا مومن بندہ اپنی دعا میں اُسے بھی شریک کر رہا ہوتا ہے جسے نماز کا کچھ بھی خیال نہیں ہوتا، جسے نماز میں بھی خدا یاد نہیں آتا اور وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! تو اسے بھی ہدایت دے یا اللہ! تو اس کے سینہ کو بھی نیکی کے لئے کھول دے۔

پھر جب ہم نماز میں ’ہم‘ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں ہمارے محلّہ والے بھی شریک ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محلّہ والوں میں سے چند آدمی تو نماز کے لئے مسجد میں آجاتے ہیں لیکن باقی آدمی اپنے اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں اور پھر اُن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ بات بات پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کوئی شخص قسم کھا کر کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں نے چار آنے کو یہ چیز لی تھی جو سوا چار آنے کو فروخت کر رہا ہوں اور صرف ایک پیسہ نفع لے رہا ہوں۔ حالانکہ اُس نے وہ چیز صرف ڈیڑھ آنہ میں لی ہوتی ہے اور اُس کا کہنا کہ میں نے چار آنہ کو یہ چیز لی تھی محض جھوٹ ہوتا ہے۔ کوئی شخص کہہ رہا ہوتا ہے کہ یہ بالکل خالص گھی ہے حالانکہ اُس گھی میں اُس نے خود چربی ملائی ہوتی ہے۔ غرض اُس کے دل کے کسی گوشہ میں بھی خدا تعالیٰ کی خشیت نہیں ہوتی۔ مگر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جاتے ہیں تو کہتے ہیں اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ خدایا! ہمارے محلّہ کے وہ آدمی جو غلطی سے نماز میں نہیں آئے اور جو جھوٹ بول بول کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں تو اُن کو بھی ہدایت دے اور انہیں سیدھے راستہ پر چلا۔

اگر کوئی شخص اس طرح غور کر کے نماز پڑھے تو اس کے دل میں بنی نوع انسان کی محبت کس قدر بڑھ جائے گی۔ اُن کی اصلاح کا جذبہ اُس کے دل میں کس قدر ترقی کر جائے گا اور وہ کس قدر تڑپ رکھے گا کہ سب لوگ راہ راست پر آجائیں اور ہر قسم کی بدیوں اور گناہوں سے محفوظ ہو جائیں۔ پھر جو شخص اپنے ہمسایوں اپنے محلّہ والوں اور اپنے شہر والوں کے لئے اس طرح دُعائیں کرے گا ضروری ہے کہ اس کی یہ دعائیں کسی دن قبول ہوں اور اُن کو ہدایت میسر آجائے۔

آخر ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ دعا کبھی قبول نہیں ہو سکتی۔ اگر اس دعا نے قبول ہی نہیں ہونا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا ہمیں سکھائی کیوں؟ اس کا سکھانا بتاتا ہے کہ یہ دعا قبول ہونے والی ہے۔ اور جب یہ دعا قبول ہونے والی ہے تو ضروری ہے کہ اس دعا کے نتیجہ میں کسی دن دوسرے کو ہدایت میسر آجائے۔ کبھی کسی واعظ کا وعظ سن کر ہدایت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور کبھی گھر میں کوئی مصیبت آتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی ذریعہ سے جب بھی دوسرے شخص کو ہدایت میسّر آئے گی تو چونکہ **یہ ہدایت اس دعا کے نتیجہ میں ہوگی اس لئے نماز صرف نماز پڑھنے والے کو ہی بدیوں سے روکنے والی نہیں ہوگی بلکہ دوسروں کو بھی بدی اور بے حیائی کے کاموں سے روکنے والی بن جائے گی۔**

پھر اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ **میں صلوٰۃ کے معنے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ہیں وہاں اس کے ایک معنے دعا کے بھی ہیں اور اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہ نماز جو ہم نے تمہیں سکھائی ہے اپنے دونوں معنوں کے لحاظ سے فحشاء اور منکر سے بچاتی ہے۔**

اگر عبادت مراد لو تو جب کوئی شخص اخلاص اور محبت سے خدا تعالیٰ کی درگاہ میں بار بار جائے گا تو لازمی طور پر وہ کوشش کرے گا کہ میں بُرائی اور بے حیائی کے کاموں سے الگ رہوں اور اس طرح نماز اُسے گناہوں سے محفوظ کرنے والی بن جائے گی۔ اور اگر دعا مراد لو تب بھی نماز انسان کو فحشاء اور منکر سے بچانے والی ہے کیونکہ نماز میں بار بار یہ دعائیں آتی ہیں کہ الٰہی مجھ پر بھی رحم فرما۔ میرے ہمسایہ پر بھی رحم فرما۔ میرے اہلِ ملک پر بھی رحم فرما۔ میرے دوستوں اور عزیزوں پر بھی رحم فرما۔ اگر ساری عمر میں ایک دفعہ بھی یہ دعا قبول ہو جائے تو کم از کم اس کے ذریعہ ایک آدمی تو ضرور ہدایت پا جائے گا۔ اور اس طرح یہ نماز جہاں خود اُس کی ذات کے لئے ہدایت کا موجب ہوگی وہاں دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہدایت کا موجب بن جائے گی اور انہیں فحشاء اور منکر سے بچانے والی ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر آج ساٹھ کروڑ مسلمان سچے دل سے نمازیں پڑھنے لگ جائیں۔ اور ایک شخص کی دعا سے ایک شخص کو ہی ہدایت میسّر آجائے۔ تب بھی ساٹھ کروڑ مسلمان اس دعا کی برکت سے ایک ارب بیس کروڑ بن جاتے ہیں۔ اور اسلام کے غلبہ اور اُس کی شوکت میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔

اس موقعہ پر **بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو نمازوں میں دعائیں مانگتے ہیں مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دعا کا قصور نہیں۔ دعا مانگنے والے کا قصور ہے۔** وہ مانگ یہ رہے ہوتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ مگر ان کے دلوں میں دعاؤں کی قبولیت کا کوئی یقین نہیں ہوتا۔ اور جب انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین ہی نہ ہو تو وہ انہیں دے کیوں؟ جب آپ ہی وہ اللہ تعالیٰ پر بدظنی رکھتے ہوں اور جب آپ ہی وہ اُس کی طاقتوں کے منکر ہوں تو اللہ تعالیٰ اُن کی دعا کو قبول کیوں کرے؟ اس کے مقابلہ میں **رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ نے بھی یہی کہا تھا کہ الٰہی ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ مگر اس کے نتیجہ میں سارا عرب مسلمان ہو گیا۔ سارا شام مسلمان ہو گیا۔ سارا فلسطین مسلمان ہو گیا۔ سارا مصر مسلمان ہو گیا۔ سارا ایران مسلمان ہو گیا۔ آخر فلسطین اور شام اور مصر اور ایران اور عراق کے لوگوں کو اس زمانہ کے لوگوں سے کوئی علیحدہ دماغ تو نہیں ملا ہوا تھا۔ جو بدیاں آج یورپ اور امریکہ میں پائی جاتی ہیں وہی اُن لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ پھر اُن لوگوں کو کیوں ہدایت ملی؟ اسی لئے کہ اُس زمانہ میں مسلمان نمازیں پڑھتے تھے تو وہ یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سُننے والا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دل میں درد بھی اُسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کو خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کامل ہو۔**

فرض کرو ایک شخص پر ڈاکو حملہ کرتا ہے اور وہ اُس سے ڈر کر بھاگتا ہے اور اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے ایک مکان کے پاس پہنچ کر دستک دیتا اور زور زور سے مالک مکان کو آوازیں دیتا ہے تو جس درد سے وہ اُس وقت یہ کہہ رہا ہوگا کہ خدا کے واسطے دروازہ کھولو وہ بالکل اَور قسم کا ہوگا۔ لیکن اگر وہی شخص بھاگتے ہوئے ایک چٹان کی طرف چلا جاتا ہے اور یونہی اُس ڈاکو کو ڈرانے کے لئے آوازیں دینا شروع کر دیتا ہے کہ دروازہ کھولو تو چونکہ وہ جانتا ہوگا کہ اس جگہ کوئی آدمی نہیں اس لئے باوجود اس کے کہ وہ کوشش کرے گا کہ زور زور سے آوازیں دے اور ڈاکو پر اثر ڈالے کہ میں کسی آدمی کو اپنی مدد کے لئے بلا رہا ہوں پھر بھی اس کی آواز میں درد نہیں ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہوگا کہ یہاں آدمی کوئی نہیں۔ میں محض ڈرانے کے لئے یہ شور مچا رہا ہوں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اس اخلاص سے نمازیں پڑھتا ہے کہ واقعہ میں خدا میری دُعاؤں کو سن رہا ہے تو اُس کے اندر جو درد اور جوش پیدا ہوگا وہ اُس شخص کے اندر کہاں پیدا ہو سکتا ہے جو محض بناوٹ اور ریاء کے لئے نمازیں پڑھتا ہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی قدرتوں پر کوئی یقین نہیں رکھتا‘‘۔

(تفسیر کبیر سورۃ المومنون زیر آیت 63۔ جلد 6 صفحہ 191-187)

..............................(باقی آئندہ)

بقیہ: مکرم ڈاکٹر حاجی سید جنود اللہ صاحب آف ترکستان
..............................از صفحہ نمبر 13

صرف اس بات پر ناراض ہو جاتے کہ میرے گھر آنے سے پہلے بچے کیوں سوئے ہیں۔ بے حد جان چھڑکنے والے باپ تھے۔ امی کہتیں کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دوپہر کو کھانے کے لئے کلینک سے جلد آجاتے اور کھانا تیار نہ ہوتا مگر مجھے کبھی فکر نہ ہوئی کیونکہ مجھے معلوم ہوتا کہ بچوں کو دیکھ کر بھوک بھول جائیں گے اور کھیل میں لگ جائیں گے۔ تب تک کھانا تیار ہو جائے گا۔ اُن کا معمول تھا کہ جو بچہ سب سے چھوٹا ہوتا اُسے گود میں لے کر خود کھانا کھلاتے۔ رات کو جب گھر آتے تو Bell دینے پر تمام بچے بھاگ کر ابا جان کو سلام کرتے اور ابا جان جواب دے کر بچوں کو پکڑنے دوڑتے۔ بچے آگے آگے شور مچاتے دوڑتے۔ ہمارے ہمسائے کہتے کہ ہمیں پتا چل جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب گھر آگئے ہیں۔ بچوں کے ساتھ لُڈّو شوق سے کھیلتے۔ اس کے لئے بڑی سی گول شیشے کی میز پر لُڈو بنوائی ہوئی تھی۔ اس تمام لطف و کرم اور بے تحاشا پیار کے ساتھ ساتھ بے حد اصول پرست اور سخت بھی تھے۔ کسی بھی قسم کی بدتمیزی برداشت نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ کلینک سے واپسی پر میرے بھائی ابا جان سے چند قدم آگے بڑھ گئے تو ناراض ہوئے اور کہنے لگے اپنے باپ سے آگے چلتے ہو؟۔ بڑوں کے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر کبھی بیٹھنے نہ دیتے کہ یہ بدتمیزی ہے اور اگر کوئی مہمان آجاتا اور اُس کے سامنے کوئی بچہ ذرا بھی بدتمیزی کرتا یا میز سے کوئی چیز اُٹھا لیتا تو پھر مہمان کے جانے کے بعد بچوں کی خیر نہیں ہوتی تھی۔ مگر بچوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھا۔ اچھا کھلایا اچھا پہنایا۔ کالے رنگ سے لگاؤ نہ تھا مگر سرخ رنگ بہت پسند تھا۔ چاہتے تھے جو کپڑا میری بیٹیاں پہنیں اُس میں کالا رنگ نہ ہو۔ سرخ زیادہ ہو۔ کبھی کسی بیٹی یا بیٹے میں تفریق نہیں کی تھی۔ امی کہتی تھیں ہر بچہ کی پیدائش پر خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ضرور مٹھائی بنوا کر بانٹتے۔ ایک دفعہ میری ایک بہن سیّدہ طلعت نصیر کی پیدائش پر خاص لڈو گھر بنوا کر بانٹے تو ہمسائے سمجھے لڑکا ہوا ہے۔ اس پر وہاں کے دستور کے مطابق ہیجڑے آگئے۔ ابا جان کو جب معلوم ہوا تو آپ گھر سے باہر آئے اور آ کر کہا معاف کرنا آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے لیکن خدا کی قسم اگر میں احمدی نہ ہوتا تو لڑکی کی پیدائش پر بھی ہیجڑوں کو نچواتا۔ دینی غیرت بہت زیادہ تھی۔ ایک دفعہ کسی بورڈ پر ربوہ لکھا ہوا تھا میرے بھائی نے اسے مٹوا کر کچھ اور لکھوانا چاہا تو اس بات کو پسند نہ کیا کہ ربوہ (کے لفظ کو) مٹایا جائے۔

جب ابا جان پر دل کا پہلا حملہ ہوا تو آپ نے کلینک ختم کروا کر نیچے دکانیں اور اوپر گھر تعمیر کروانا شروع کر دیا اور پھر فوراً ہی اس گھر کو امی جان کے نام کر دیا۔ امی جان اس بات پر خوش نہیں تھیں۔ اس پر محترمہ خالہ جی صدر لجنہ سرگودھا کو بلوایا اور کہنے لگے کہ والدہ اختر کو سمجھائیں۔ میرے بعد اگر انہیں کسی نے نہ پوچھا تو یہ میرے بچوں کو لے کر باعزت بیٹھی رہیں گی۔ پھر وصیت کی کہ جیسے حضرت مسیح موعودؑ کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

(1) ’’جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔‘‘ اسی طرح وہ میری اولاد میں سے نہیں ہے۔

(2) ’’جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔‘‘ اسی طرح وہ میری اولاد میں سے نہیں ہے۔

پھر اس وصیت پر حضرت مرزا عبدالحق صاحب اور ڈاکٹر حافظ مسعود صاحب کے دستخط کروائے اور بڑا سا فریم کروا کر اپنے کمرے میں رکھ دیا تاکہ ہر ایک پر وصیت واضح ہو جائے۔

24 اگست 1968ء کا دن عجیب دن تھا۔ میری باجی نے بتایا اُس دن رات کا کھانا کسی نے نہ کھایا۔ ہم بچے اوپر چھت پر سونے چلے گئے اور باجی معمول کے مطابق جب دعا پڑھنے ابا جان کے کمرے میں گئیں تو اُنہیں تکلیف میں دیکھ کر چھت پر آئیں اور حافظ مسعود صاحب کو آوازیں دینے لگیں۔ چچا جان! چچا جان! جلدی آئیں میرے ابا جان کو کچھ ہو گیا ہے۔ میں اور میرا بھائی ان چیخوں کو سن کر اُٹھ گئے اور رونے لگے اور جب تک ہم نیچے ابا جان کے کمرے تک پہنچے چچا جان بھی آگئے اور فوراً ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور دیوار کی طرف منہ کر کے رونے لگے۔ وفات کے وقت میرے عظیم والد صاحب صرف چھپن (56) سال کے تھے اور ہم گیارہ بہن بھائی (سات بھائی اور چار بہنیں) کوئی شادی شدہ نہ تھا۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی ابھی سکول بھی نہیں جاتے تھے مگر ہمارے خدا نے ہمیں بے آسرا نہ کیا۔ کسی کی محتاجی نہ دکھائی۔ پیارے اللہ نے سب کام خود کر دیئے اور سب بہن بھائی اپنے اپنے گھر مطمئن زندگی گزار رہے ہیں۔ الحمد للہ۔ خدا کے فضل سے آپ موصی تھے اس لئے بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

ابا جان جو احمدیت کی خاطر اکیلے نکلے تھے خدا نے اُنہیں اس طرح نوازا کہ مورخہ 2/نومبر 1990ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحریکِ جدید کے سالِ نَو کا اعلان کرتے ہوئے تحریکِ جدید کے ابتدائی واقفین اور میرے پیارے ابا جان اور خاندان کا ذکر کچھ اس طرح فرمایا:

’’آج یہ حسین اتفاق ہے کہ ہمارے امسال کے جمعے بھی ان ہی تاریخوں میں واقع ہو رہے ہیں جن تاریخوں میں 1934ء کے جمعے واقع ہوئے تھے۔ پس اگر وہ اعلان 2 نومبر کو تھا تو آج 2 نومبر ہے اور 2 نومبر کو میں اس پہلی تحریک کی یاد جماعت کو دلانی چاہتا ہوں۔ کبھی کبھی پرانی تاریخ کو دہرا دینا چاہئے۔ تین دوستوں کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے خاص طور پر اپنے خطبے میں فرمایا جن کی قربانی سے حضرت مصلح موعودؓ بہت متاثر تھے۔

(1) ولی یار خان صاحب (2) عدالت خان صاحب (3) محمد رفیق صاحب

عدالت خان صاحب کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے اس جذبے کو ہی قبول کرنا تھا کر لیا اور شاید اسی لئے ان کو یہ تحریک ہوئی کہ یہ اپنے ساتھ محمد رفیق کو لے جائیں۔ چنانچہ محمد رفیق صاحب کو موقع ملا اور وہ کاشغر پہنچ گئے۔ کاشغر جا کر اُنہوں نے تبلیغ کی اور اس کے نتیجہ میں حاجی جنود اللہ احمدی ہوئے اور پھر اُن کے بڑے بھائی اور والدہ بھی احمدی ہوئیں۔ وہ لوگ ہجرت کر کے قادیان آگئے۔ حاجی جنود اللہ صاحب کی ہمشیرہ ہمارے خاندان میں بیاہی گئیں۔ بھابھی فرخ ہم اُن کو کہا کرتے تھے۔ سیّد بشیر شاہ صاحب جو میرے خالہ زاد بھائی تھے۔ دواخانہ خدمت خلق کے ایک لمبا عرصہ کارکن انچارج رہے ہیں اُن کے ساتھ اُن کا رشتہ طے ہوا۔ بھابھی فرخ کی اولاد تو تقریباً کینیڈا میں ہے سوائے ایک بچی کے جو یمن میں بیاہی گئی اور ایک ابھی پاکستان میں ہے۔ لیکن حاجی جنود اللہ صاحب کی اولاد میں سے دو انگلستان کے ممبر رہے ہیں۔ ایک کینیڈا جا چکے ہیں اور ایک کی عنقریب شادی ہونے والی ہے۔ باقی بچے اُن کے کینیڈا میں ہیں۔‘‘

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ 1990ء میں میرے صرف ایک بھائی سیّد شعیب جنود جن کا حضور نے ذکر کیا اور بڑی بہن سیّدہ مسرت نصیر کینیڈا میں تھے مگر پیارے خدا نے حضور کے الفاظ کو اس طرح پورا کیا کہ بعد میں میرے بڑے بھائی سیّد جنود احمد ضیاء، بہن سیّدہ رفعت احمد اور حضور پُرنور کے ارشاد پر خاکسارہ خود بھی کینیڈا آگئی۔ اور یوں ہم پانچ بہن بھائی اور بچوں کو ملا کر ہمارے خاندان کے چھیالیس (46) افراد یہاں کینیڈا میں ہیں۔ الحمد للہ۔

حضور نے مزید فرمایا: ’’اس طرح یہ خاندان بھی خدا کے فضل سے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گیا۔ ایک بچہ جاپان میں ہے۔ (سیّد طاہر جنود) اور یہ جو مختلف جگہ ان کے بوٹے لگے ہیں اس کا خدا تعالیٰ کے فضل سے سہرا عدالت خان صاحب کے سر جاتا ہے جن کی دعاؤں اور اخلاص کے نتیجہ میں یہ خاندان احمدی ہوا‘‘۔

الحمد للہ دو بھائی آسٹریلیا میں ہیں، ایک جاپان میں، ایک بہن اور بھائی لندن میں اور پانچ بہن بھائی کینیڈا میں، جبکہ ماشاء اللہ 37 پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں اور 36 اُن کے آگے بچے ہیں۔ یوں خدا نے میرے ابّا جان کی قربانیوں کو قبول فرمایا اور ان کی اولاد کو بہت بڑھایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ابا جان کی اولاد کو حقیقت میں جنود اللہ یعنی اللہ کا لشکر بنا دے اور ہمیشہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو احمدیت اور خلافت سے صدق و وفا کے ساتھ وابستہ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

☆......☆......☆

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
15 London Rd, Morden SM4 5HT
0044 20 3609 4712

مکرم ڈاکٹر حاجی سید جنود اللہ صاحب آف ترکستان

(سیدہ نگہت زاہد۔ٹورنٹو کینیڈا)

مَیں اپنے پیارے اباجان محترم ڈاکٹر حاجی سید جنود اللہ صاحب کے ذکرِ خیر کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ان الفاظ سے کروں گی۔ 1982ء میں مسجد مبارک ربوہ میں ایک موقع پر میرے بھائی سید شعیب احمد جنود کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں یہ نظم:

''ملتِ احمد کے ہمدردوں میں غم خواروں میں ہوں
بے وفاؤں میں نہیں ہوں مَیں وفاداروں میں ہوں''

پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔نظم کے اختتام پر حضورؒ نے فرمایا: ''یہ سید شعیب جنہوں نے نظم پڑھی ہے۔ ان کا خاندان بھی احمدیت کے نشانات میں سے ایک نشان ہے اور ایک ایسا نشان ہے جس کا تعلق براہِ راست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی اور ایک نصیحت سے ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم امام مہدی کے ظاہر ہونے کی خبر سنو تو برف کے تُودوں پر سے گھٹنوں کے بل بھی تمہیں چل کر جانا پڑے تو اُس تک پہنچو اور اُسے میرا سلام کہو۔ اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اُس کی بیعت کرو۔ حاجی جنود اللہ صاحب مرحوم جن کے یہ بیٹے ہیں وہ اور اُن کے بڑے بھائی سیّد آل احمد صاحب اور اُن کی والدہ یہ روسی ترکستان میں جب انہیں خبر پہنچی کہ امام وقت ظاہر ہوگئے ہیں تو احمدی ہوگئے۔ اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے واقعتاً برف کے تَودوں سے گزر کر آئے اور انتہائی مشکلات برداشت کیں، راستے کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اس عزم سے پیچھے نہیں ہٹے کہ ہم دیارِ مہدی تک پہنچیں گے اور سلام کہیں گے۔ ان کے حالات وہاں بہت اچھے تھے۔ بہت ہی اچھا معزز خاندان تھا لیکن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہ قادیان آئے۔ میں نے ایک دفعہ ان سے پوچھا کہ راستہ میں آپ کے اوپر سب سے زیادہ مشکل وقت کیا آیا تھا؟ اب ہر قوم کے رہن سہن کا اپنا اپنا ایک طریق ہوتا ہے۔ اُن کے ہاں رواج تھا کہ کبھی کسی نے پانی نہیں پیا تھا، چائے یا قہوہ پیتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ دردناک وقت وہ آیا تھا جب ہم نے پانی پیا اور ہماری آنکھوں سے اپنی بیچارگی کے اوپر آنسو جاری ہوگئے کہ یہ وقت بھی ہمیں دیکھنا پڑا کہ ہمیں پانی پینا پڑ رہا ہے۔ اُن کے لئے بڑی قربانی تھی۔ جنہیں ساری عمر عادت نہ ہو اُن کے لئے یہ بھی ایک قربانی بن گئی۔ بہرحال خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ خاندان ایک نشان والے خاندان میں سے ہے۔ آیات میں سے ہے۔ اللہ کے فضل سے حاجی صاحب کے سب بچے سلسلہ کے نہایت مخلص اور فدائی ہیں''۔

میرے پیارے اباجان کو ترکستان کا پہلا احمدی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ شہر کاشغر کے ایک نہایت معزز سیّد خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان گدی نشین بھی تھا۔

الفضل 9 ستمبر 1939ء صفحہ نمبر 5 پر آپ کے خاندان کا اس طرح ذکر ہے'' حاجی جنود اللہ صاحب کاشغر کے ایک ایسے مقتدر خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کا شمار وہاں کے چوٹی کے سربرآوردہ اور معزز خاندان میں ہوتا تھا''۔

میرے ابّا جان نے اوائل عمر ہی میں حج بیت اللہ کی سعادت پائی تھی۔ یہ وہ دَور تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی وجہ سے لوگ مسیح کی آمد کے شدت سے منتظر تھے۔ چنانچہ میرے دادا سید جلال شاہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مسیح آنے والا ہے۔ انہوں نے گھر میں نصیحت کی کہ جب کوئی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے تو تحقیق کر کے اس کی بیعت کر لینا۔ خدا کی قدرت کہ 1934ء قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے میں تحریک جدید کے آغاز کا اعلان فرمایا اور یوں دو مجاہد چینی ترکستان کی طرف تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ ان میں سے محترم محمد رفیق صاحب جب کاشغر پہنچے تو وہ سلائی کا کام کرتے تھے۔ وہ میرے اباجان کے ہاں ملازم ہوگئے۔ محمد رفیق

صاحب میرے اباجان ہی کے گھر رہتے اور جب بھی موقع ملتا آپ کو احمدیت کی تبلیغ کرتے۔ میرے اباجان حیات مسیح کے قائل تھے۔ اس لئے جب رفیق صاحب وفات مسیح کا ذکر کرتے آپ کو سخت غصہ آتا۔ آپ کہا کرتے کہ مجھے رفیق پر اتنا غصہ آتا تھا کہ میں سوچتا میرے گھر میں رہتا ہے میرا کھاتا ہے اور میرا ہی دین خراب کرتا ہے۔ اگر یہ میرا ملازم نہ ہوتا تو ٹھیک کر کے رکھ دیتا۔ پھر یہ بھی دیکھتے کہ نیک آدمی ہے، نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، کوئی عیب نہیں ہے۔ چونکہ اباجان کے گھر کا ماحول بھی مذہبی تھا اور پھر آپ لوگ مسیح کی آمد کے منتظر بھی تھے اس لئے عجیب کشمکش میں تھے کوئی فیصلہ نہ کر پاتے۔ ایک دن قرآن پڑھ رہے تھے جونہی اباجان سورۃ المومن کی آیت نمبر 29: (ترجمہ:'' کیا تم محض اس لئے ایک شخص کو قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کے کھلے کھلے نشان لے کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا نکلا تو یقیناً اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو جن چیزوں سے وہ تمہیں ڈراتا ہے ان میں سے کچھ ضرور تمہیں آ پکڑیں گی۔ یقیناً اللہ اسے ہدایت نہیں دیا کرتا جو حد سے بڑھا ہوا سخت جھوٹا ہو''۔) پر پہنچے تو لرزاُٹھے۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے۔ اس کا ہر حکم ہر زمانہ میں لاگو ہوتا ہے۔ فوراً ہی محمد رفیق صاحب کو بلایا اور گلے لگا لیا۔ اسی وقت بیعت کا خط لکھوایا اور کچھ عرصہ کے بعد نہایت دشوار گزار راستوں اور برف کے تودوں پر سے گزر کر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا اور یوں ترکستان کے پہلے احمدی ہونے کا اعزاز پایا۔ آپ جب قادیان پہنچے تو آپ کو حضرت مصلح موعودؓ اور اُمّ طاہر کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے میرے اباجان کے قبول احمدیت کا ذکر اپنی ایک تقریر میں فرمایا ہے۔ حضور اپنی تقریر میں 1934ء میں تحریک جدید کے نتیجہ میں احمدی نوجوانوں کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' عدالت خان فوت ہو گیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بیج کو ضائع نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے شخص نے جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا احمدیت کے جھنڈے کو پکڑ کر آگے بڑھنا شروع کر دیا اور مشرقی شہر کاشغر میں پہنچ گیا اور وہاں تبلیغ شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے ایک دوست کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمادی۔ حاجی جنود اللہ صاحب ان کا نام ہے۔ وہ اسی تبلیغ کے نتیجہ میں قادیان آئے اور احمدیت میں شامل ہوگئے۔ پھر کچھ کم عرصہ بعد حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ اور ہمشیرہ بھی احمدی ہوگئیں اور اب تو وہ قادیان ہی آئے ہوئے ہیں۔ تو عدالت خان کی قربانی رائیگاں نہیں گئی بلکہ احمدیت کو اس علاقہ میں پھیلانے کا موجب بن گئی۔ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جس میں احمدیت کی اشاعت کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایسے ایسے خطرناک اور دشوار گزار راستے ہیں کہ ان کو عبور کرنا ہی بڑی ہمت کا کام ہے۔ حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ صاحبہ نے بتایا کہ راستہ میں ایک مقام پر وہ تین دن تک برف پر گھٹنوں کے بَل چلتی رہیں۔ ایسے سخت راستوں کو عبور کر کے ہماری جماعت کے ایک نوجوان کا اس علاقہ میں پہنچنا اور لوگوں کو تبلیغ کرنا بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔ تو تحریک جدید کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے عدالت خان کو پہلے یہ توفیق دی کہ وہ افغانستان جائے۔ چنانچہ وہ افغانستان میں کچھ عرصہ رہا اور جب واپس آیا تو میری تحریک پر وہ چین کے لئے روانہ ہو گیا اور خود ہی ایک اور نوجوان کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ راستہ میں عدالت خان کو خدا تعالیٰ نے شہادت کی موت دے دی مگر اس کے دوسرے ساتھی کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ آگے بڑھے اور مشرقی ترکستان میں جماعت احمدیہ قائم کر دے۔''

(اقتباس از تقریر فرمودہ 7 اپریل 1939 '' تحریک جدید ایک الٰہی تحریک'' جلد اول صفحہ 723)

کچھ عرصہ کے بعد میرے والد صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ سے اپنے خاندان کے باقی افراد کو قادیان بلوانے کی درخواست کی۔ اس وقت تک کاشغر کے حالات سخت خراب ہوگئے تھے۔ روس اپنا تسلط جما رہا تھا۔ مسلمانوں کے خاص طور پر رؤسا اور بااثر لوگوں کو شدید خطرہ تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت اور سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی طرف سے ان کی مشکلات کو دور کروانے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح یہ مختصر قافلہ قادیان پہنچا۔ ہمارے بزرگوں کے سفر کے حالات تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ 565 تا 568 میں کچھ اس طرح درج ہیں۔

ترکستان سے ہجرت

اب تک ترکستان کے علاقہ میں احمدیت کی آواز نہ پہنچی تھی۔ مگر مجاہد تحریک جدید محمد رفیق صاحب کی تبلیغ سے 1938ء میں احمدیت کا بیج بویا گیا اور سب سے پہلے کاشغر کے ایک نوجوان حاجی جنود اللہ صاحب حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ جو اپنے وطن سے چل کر چینی ترکستان اور کشمیر کے برفانی اور دشوار گزار کوہستانی علاقے طے کرتے ہوئے ستمبر 1938ء میں وارِدِ قادیان ہوئے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ حاجی صاحب موصوف کی اپنے وطن سے روانگی ایسے موسم میں ہوئی جب برف پگھلنی شروع ہوگئی تھی۔ آپ پیدل چلتے ہوئے کئی بار گلے تک برف میں دھنس گئے۔ ان خطرات اور مصائب کے علاوہ کئی ماہ کے اس لمبے سفر کے اخراجات اور راہداری اور پاسپورٹ کے ملنے میں تکالیف کو برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم سے آخر منزل مقصود تک پہنچ گئے۔

حاجی صاحب کے ساتھ ان کی معمر والدہ اور ہمشیرہ بھی آنا چاہتی تھیں۔ لیکن پاسپورٹ نہ ملنے کی وجہ سے رُک گئیں۔ حاجی صاحب کے وارِدِ قادیان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور حضرت امیر المومنینؓ کی دعاؤں کی برکت سے ان کو بھی پاسپورٹ مِل گیا۔ اور وہ بھی 18/ اکتوبر 1938ء کو ایک دوسرے قافلہ کے ہمراہ قادیان کے لئے روانہ ہوگئیں اور بذریعہ تار اپنی روانگی کی اطلاع حاجی صاحب کو دی۔ اس پر حاجی صاحب قادیان سے گلگت تک چودہ پندرہ روز کا سفر آٹھ نو روز میں طے کر کے پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کی والدہ اور ہمشیرہ کرایہ کشوں کی سستی اور غفلت کے باعث ترکستان سے آنے والے پہلے قافلہ سے رہ گئیں ہیں۔ اس بات کا معلوم ہونے پر آپ گلگت سے روانہ ہوگئے۔ تیسری منزل طے کر رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو وہ دوسرا قافلہ ملا جس میں آپ کی والدہ اور ہمشیرہ سفر کر رہی تھیں۔ حاجی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس وقت اس قافلہ کو میں نے دیکھا تو خیال کیا کہ ممکن ہے یہ وہی قافلہ ہو۔ جس کے ہمراہ میری والدہ اور ہمشیرہ آرہی ہیں۔ اور جب آپ نے قافلہ کے افراد پر نگاہ ڈالی تو پہاڑ کی چوٹی پر دو سیاہ بُرقع پوش سوار نظر آئے۔ جن کے گھوڑوں کی لگامیں دو کرایہ کشوں نے تھامی ہوئی تھیں۔ قافلہ کے نزدیک پہنچنے پر جب انہوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی ان کی والدہ اور ہمشیرہ ہی ہیں۔

یہ 24/نومبر 1938ء کی تاریخ اور عید الفطر کا مبارک دن تھا۔ مگر جب آپ گلگت پہنچے تو معلوم ہوا کہ کشمیر کی طرف جانے کا راستہ برف باری کی وجہ سے بند ہو چکا ہے۔ آپ نے گلگت میں دس روز قیام کیا اور اس کے بعد اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو لے کر گیارہ دن میں چترال پہنچے۔ یہ تمام سفر بھی گھوڑوں پر کیا گیا۔ چترال میں پانچ چھ روز ٹھہرنے کے بعد بذریعہ لاری مالاکنڈ اور درگئی کی طرف چل پڑے اور جب اشرت نام ایک پڑاؤ تک پہنچے تو پشاور کی طرف سے آنے والے ایک سرکاری افسر سے معلوم ہوا کہ برف باری کی وجہ سے دِیر اور درگئی کا راستہ سخت خطرناک اور ناقابلِ عبور ہے۔ نیز اسی افسر نے کہا کہ میں ایک سو قلی کے ساتھ بڑی مشکل سے پہنچا ہوں۔ آپ کے قافلے میں تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں راستے میں پچیس پچیس فٹ برف پڑی ہے اور پیدل چلنے کے سوا چارہ نہیں۔ اس لئے آپ واپس دروش چلیں۔ وہاں سے آپ کے جانے کے لئے جلال آباد والے راستے سے انتظام کر دیا جائے گا۔ آخر پچیس میل واپس آکر درُوش نامی پڑاؤ میں آٹھہرے لیکن پندرہ روز تک انتظار کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کسی دوسرے راستے سے جانے کا کوئی امکان نہیں اور بہر صورت واپسی والے راستہ ہی کو طے کرنا پڑے گا۔

آخر اسی راستہ پر دوبارہ چل پڑے اور پہلے اسرات اور پھر چھ میل کا سفر پیدل برف پر طے کر کے شام زیارت نامی پڑاؤ پر پہنچے۔ اگلے دِن کا سفر نہایت ہی مشکل تھا کیونکہ چھ سات میل کی چڑھائی تھی۔ اور برف نے راستہ کو زیادہ دشوار گذار بنا دیا تھا۔ لیکن سوائے اس کے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ آخر علی الصبح تین قلیوں اور حاجی صاحب کی مدد سے ان کی والدہ اور ہمشیرہ نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ دوسرے افراد قافلہ کے ساتھ بھی بیس بائیس قلی تھے۔ برف بہت گہری تھی پھر بمشکل صبح سے لے کر ظہر تک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے۔ راستہ میں حاجی صاحب کی والدہ بلکہ ان کی ہمشیرہ اور خود حاجی صاحب بھی کئی دفعہ برف سے پھسل کر گرتے

اور چوٹیں کھاتے رہے۔لیکن اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں موسم زیادہ خراب نہ ہوجائے اور مزید برف باری نہ شروع ہوجائے یہ پُر مشقت سفر جاری رہا۔حاجی جنود اللہ صاحب کا بیان ہے کہ اس سے زیادہ سخت دِن ہم پر کم آیا ہوگا۔آخر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر کچھ دیر آرام کیا۔اور آگ جلا کر گرمی حاصل کی۔ پھر تمام قافلہ نومیل کی اترائی کی طرف روانہ ہوا۔جس طرح چڑھائی سخت مشکل تھی اسی طرح برف پر جو ڈھلوان تھی اس میں اُترنا اس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔حاجی صاحب کی والدہ اب چلنے سے بالکل عاجز آگئیں اس لئے قلیوں نے ان کو اٹھا اٹھا کر اتارنا شروع کیا۔جوں جوں رات قریب ہوتی جاتی تھی خطرہ بڑھتا جاتا تھا۔تاہم ایمان اور جذبہ کی بدولت خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے رات کو اگلی منزل گوجر پڑاؤ پر پہنچ گئے۔لیکن رات کو حاجی صاحب کی والدہ کو سفر کی بیحد تکلیف کی وجہ سے بخار، سردی اور اعضاء شکنی کی تکلیف شروع ہوگئی اور بعد کا سفر اور مشکل نظر آنے لگا۔حاجی صاحب تمام رات اپنی والدہ کی تیمارداری میں مصروف رہے۔صبح تک ان کی طبیعت قدرے بحال ہوگئی۔اور وہ تھوڑا بہت سفر کرنے کے قابل ہوگئیں۔گوجر پڑاؤ سے چل کر دوتین میل کے فاصلہ پر گھوڑے کی سواری مل گئی جس پر حاجی صاحب کی والدہ سوار ہوگئیں اور اس کے بعد تھوڑی دور جانے پر ہمشیرہ کے لئے بھی سواری کا انتظام ہوگیا۔سامان وغیرہ قلیوں نے اٹھایا ہوا تھا۔اس روز کا سفر نسبتاً آرام سے ہوا۔اور عصر کے وقت یہ قافلہ ریاست دِیر میں پہنچا۔یہاں رات آرام سے بسر کر کے صبح 12رجنوری کو لاری پر درگئی پہنچ گئے۔ وہاں سے ریل پر سوار ہو کر 13رجنوری کو امرتسر آپہنچے اور 14رجنوری کی صبح قادیان دارالامان میں وارد ہوئے۔اس کے بعد 27 ستمبر 1939ء کو حاجی صاحب کے بڑے بھائی حکیم سید آل احمد صاحب اور حکیم صاحب کے بیٹے امان اللہ خان بھی انہی دشوار گذار راستوں سے گزرتے ہوئے قادیان آپہنچے۔اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کرلی۔اور پھر یہ خاندان قادیان میں ہی رہائش پذیر ہوگیا۔مگر 1947ء کے فسادات میں اسے دوسرے احمدیوں کے ساتھ ہی پاکستان میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ پاکستان آکر حاجی جنود اللہ صاحب نے سرگودھا میں بودوباش اختیار کرلی اور حکیم سید آل احمد صاحب مسجد احمدیہ راولپنڈی (واقع مری روڈ) کے ایک کمرہ میں مقیم ہوگئے۔جہاں آپ کا 17ر دسمبر 1958ء کو انتقال ہوا۔اور موصی نہ ہونے کے باجود محض اپنے تقویٰ ، پرہیز گاری اور دینداری کے سبب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت سے بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔اُن کے بیٹے امان اللہ جلد ہی ایک قافلہ کے ہمراہ واپس چلے گئے۔

جب یہ قافلہ قادیان پہنچا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر حضرت اُمِّ طاہرؓ کے مہمان ہونے کا شرف حاصل کیا اور جب تک ان کا اپنا بندوبست نہیں ہوگیا وہیں قیام پذیر رہے۔

میرے اباجان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مشورہ سے کچھ عرصہ بعد میں قادیان میں باقاعدہ میڈیکل پریکٹس شروع کردی۔خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔کلینک آتے جاتے میرے ماموں حمید احمد صاحب کی دوستی اباجان سے ہوگئی اور جب خاندان کے دوسرے افراد یعنی پھوپھی جان اور دادی جان قادیان آئے تو میری نانی امی ماموں کے ساتھ دادی جان سے ملنے ان کے گھر گئیں اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ پھلوں کے علاوہ گوشت کا تحفہ بھی لے گئیں۔میری دادی جان گوشت دیکھ کر حیران ہوئیں اور پھر بتانے لگیں کہ میرے ملک میں رواج ہے کہ جب کسی کے گھر جائیں تو گوشت بھی تحفۃً لے جاتے ہیں۔ پھر کوئلے کو باریک گول گول کرکے کہنے لگیں مجھے یہ چاہئے۔میری نانی جان بڑی زیرک خاتون تھیں۔ واپس آکر آپ نے کالی مرچیں دادی جان کو بھجوادیں جس پر دادی جان بے حد خوش ہوئیں اور یوں تعلقات کا آغاز ہوا جو بڑھتے بڑھتے رشتہ داری میں بدل گیا۔

دادی جان کہا کرتی تھیں جب میں محمودہ (میری نانی جان) کے گھر گئی تو میری امی جان قرآن مجید پڑھ رہی تھیں۔ میری امی کی آواز بے حد پیاری تھی جسے سن کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہ میری بہو ہو اور اسی خواہش کے تحت دادی جان نے امی جان کا رشتہ مانگ لیا۔

ابھی رشتہ کی بات چل رہی تھی کہ بعض لوگوں نے غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کردیں۔میری نانی جان نے رشتہ دینے سے انکار کردیا تو میرے اباجان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو رشتہ کے بارہ میں تفصیلاً لکھا اور دعا کی درخواست کی۔حضور کا جواب یہ آیا ''جہاں تک میرے علم میں ہے رشتہ میں کوئی عیب نہیں خدا اس رشتہ کو مبارک وبابرکت کرے'' حضور کا یہ خط لے کر اباجان سیدھے نانی جان کے پاس گئے اور رشتہ پر نظر ثانی کے لئے کہا۔ شام کا وقت تھا سورج ڈھل رہا تھا۔اباجان نے خط دکھا کر نانی جان سے کہا'' والدہ میں ان دووقتوں کی قسم کھاتا ہوں اب اگر شادی کروں گا تو مسعودہ سے کروں گا ورنہ کبھی نہیں کروں گا۔''میری نانی جان بھلا کیسے انکار کرسکتی تھیں۔

کچھ عرصہ بعد دونوں کی شادی ہوگئی اور باوجود مختلف ماحول اور زبان کے دونوں نے کامیاب زندگی گزاری۔اباجان نے امی جان سے اردو زبان سیکھی ان کے ماحول کو اپنایا اور کچھ کچھ رنگ اپنا بھی دیا۔مزیدار ترکی کھانے بنانے امی جان نے اباجان ہی سے سیکھے۔ مثلاً ترکی پلاؤ ،سوکش، مانتو، شوربہ برنج، یغلازا اور خوشے۔یہ کھانے اب بھی ہمارے گھروں میں بڑے شوق سے پکائے اور کھائے جاتے ہیں۔بلکہ جب بھی ہم بہن بھائی اکٹھے ہوں تو زیادہ التزام سے یہ کھانے تیار کئے جاتے ہیں۔ اور اگر کسی کو زکام بخار ہوجائے تو پھر شوربہ برنج ضرور ہی بنتا ہے۔ شادی کے بعد اباجان نے بے مثال داماد بن کر دکھایا۔ میری امی کے بہن بھائیوں سے اپنے بہن بھائیوں کا سا سلوک رکھا اور نانی جان کو ہمیشہ والدہ کہہ کر پکارتے تھے۔جب کبھی نانی امی ہم بچوں میں سے کسی کو اپنے ہمراہ ربوہ لے جانا چاہتیں تو اباجان فقط اتنا کہتے والدہ میرا تو سیٹ خراب ہوجاتا ہے مگر پھر اجازت بھی دے دیتے۔1947ء میں پارٹیشن کے بعد پہلے لاہور میں کلینک بنائی مگر حضرت بھائی محمود صاحب عرف بھائی جی اور ان کے بیٹے محترم ڈاکٹر حافظ مسعود صاحب کی تحریک پر سرگودھا آگئے اور بالکل ان کے گھر کے ساتھ کلینک بنالی۔خدا نے میرے اباجان کے ہاتھ میں بے حد شفا رکھی تھی۔بے حد شفیق، خوبصورت اور خوب سیرت انسان تھے۔ ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ رہتی اور سونے کے دانت آپ کی مسکراہٹ کو مزید خوبصورت بنادیتے۔کبھی کسی غریب سے پیسے نہیں لیتے تھے اور اگر کوئی زبردستی دے دیتا تو چپکے سے اس کی دوائی کے ساتھ واپس کردیتے۔نہ ہی کسی امیر سے اپنی اجرت سے زیادہ پیسے لئے۔خدا کا فضل ہمیشہ آپ کے شامل حال رہا۔لوگ دور دور سے آپ کے پاس علاج کے لئے آتے۔آپ کے مریضوں میں مغربی پاکستان کے گورنر نواب امیر محمد خان اور ان کے اہل خانہ بھی شامل تھے۔خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد بھی آپ کے پاس علاج کے لئے آتے اور آپ سے بے حد محبت بھی کرتے۔

ابّا جان کی وفات کے بعد ہم سب بہن بھائی خلیفۂ وقت اور خاندان مسیح موعود کی محبت اور دعاؤں میں شامل رہے۔مَیں یہاں تحدیث نعمت کے طور پر حضرت صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ کا ذکر کروں گی جنہیں ہم پھوپھی جان کہتے۔خاکسارہ جب کبھی ربوہ ان کے پاس حاضر ہوتی تو ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے جاتیں۔خوب باتیں کرتیں اور ضرور پوچھتیں تم خوش ہو۔تمہیں پتا ہے میں نے تمہارا استخارہ کیا تھا اور حاجی صاحب کو ہی خواب میں دیکھا تھا۔جب کبھی لندن جاتیں ضرور ہمارے لئے تحفے لاتیں۔عید پر پاکستان میں مقیم بہن بھائیوں کو عیدی بھجواتیں اور گرمیوں میں اسلام آباد ہم بہنوں کو آم ضرور بھجواتیں جنہیں ہم برکت کے طور پر اپنے دوستوں کو بھی دیتے۔

اباجان کا حلقۂ احباب بے حد وسیع تھا۔جو ایک مرتبہ آپ سے ملتا آپ ہی کا ہو کر رہ جاتا۔تمام دوست آپ پر جان چھڑکتے اس لئے آپ کا ہر دوست ہمارا چچا تھا۔ چچا انور، چچا بشیر، چچا ایوب، چچا غلام محمد، چچا محمد علی اور چچا جان ڈاکٹر حافظ مسعود صاحب ۔میرے بھائی سید شعیب جنود کہتے ہیں کافی بڑے ہونے پر مَیں نے سوچنا شروع کیا کہ ہم سیّد ہیں تو چچا بشیر چوہدری کیوں ہیں، چچا ایوب میرے اباجان کی طرح سفید کیوں نہیں؟ تو پتا چلا یہ سب سگے بھائی نہیں۔مگر سچ تو یہ ہے کہ سگوں سے بڑھ کر تھے۔سب ہی بے حد مخلص اور بے حد پیار کرنے والے۔یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اباجان سے بغیر کسی مذہبی ،لسانی اور قومی تفریق کے رشتہ نبھایا اور آج تک ان چچاؤں کی اولادوں در اولادوں سے ہمارے تعلقات برابر قائم ہیں۔

فیّاضی ،فراخدلی اور مہمان نوازی آپ میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔جب بھی سرگودھا میں کوئی ڈی سی تعینات ہوکر آتا آپ اپنے تمام دوستوں کے ہمراہ ان کی دعوت کا اہتمام کرتے اور اپنے خاندانی اور روائتی طریقے سے فرشی دریاں بچھواتے جن پر سفید چادریں ہوتیں ، درمیان میں پھولوں کے گلدستے اور سماوار میں قہوہ ہوتا۔ان تمام دعوتوں کا انتظام میری امی جان اور ایک باورچی (باباجی سلطان) کرتے ۔مگر کھانے کے وقت بڑے بڑے لوگوں کے درمیان باباجی کو بلواتے اور اپنے پاس بٹھاتے۔ یہی وجہ تھی کہ آخری وقت میں باباجی ہمارے پاس ہی آگئے تھے اور خود ہی ہمارے کچھ کام کرتے۔کبھی سبزی دودھ لادیتے۔کبھی کلینک کی صفائی کرتے اور کبھی میرے بھتیجوں کو گود میں لے کر سیر کرواتے ۔کسی نے ایک دفعہ انہیں کہا کہ آپ میرے پاس آکر کام کریں مَیں زیادہ پیسے دوں گا۔تو جواباً کہنے لگے مَیں ان کے پاس حاجی جنود اللہ کی وجہ سے ہوں۔ان کی اولاد مجھے بہت بڑی پیاری ہے میں آپ کے گھر آکر کام نہیں کرسکتا۔ میرے ابّا جان نہایت وقار اور سادگی کے ساتھ ہر امیر وغریب سے تعلق رکھتے۔اکثر غریب لوگوں کے ساتھ مختلف دفاتر میں اپنا کلینک چھوڑ کر کام کروانے چلے جاتے۔کبھی کسی کی ضمانت کروا دیتے۔غرض ہر وقت ہر کسی کا کام کرنے کے لئے تیار رہتے۔

کلینک سے گھر پیدل آتے اور ہر دکاندار سے ملتے۔ طبیعت میں مزاح کا رنگ بھی نمایاں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اباجان کی وفات کے عرصے بعد تک لوگ ہم سے کسی کام کی اجرت نہیں لیتے تھے۔ہمیں کسی سے کام کروانا مشکل ہوجاتا۔میرے بھائی سید مجیب جنود نے بتایا کہ اباجان کو شوق ہوا میرا یہ بیٹا حافظ قرآن بنے۔ چنانچہ جب مدرسہ میں داخلہ کا وقت آیا تو احمدیت کی وجہ سے مشکل پیش آئی۔ اس پر وہاں کے مدرس مولانا الف اللہ نے باوجود مخالفت کے بھائی کو داخلہ دے دیا جہاں انہوں نے 15 سیپارے حفظ کئے۔

خدا نے میرے والد کو بڑی عزت اور شہرت دی۔ سرگودھا میں 'جنود کلینک' کا کہنا کافی ہوتا اور ہر رکشہ والا، ٹانگہ والا بغیر مزید کچھ پوچھے ہمارے گھر مہمان چھوڑ جاتا۔ ڈاک کے لفافے پر فقط 'جنود کلینک' سرگودھا، لکھنا کافی ہوتا اور خط گھر پہنچ جاتا۔

محترم والد صاحب کو اپنی والدہ ، بھائی اور بہن سے شدید محبت ہی نہیں عقیدت بھی تھی۔جلسے کے دنوں میں جب سب اکٹھے ہوتے تو خوب باتیں کرتے ،ساتھ ساتھ قہوہ پیتے اور سماوار ٹھنڈا نہ ہونے دیتے۔دادی جان جنہیں ہم انّا کہتے تھے کا بڑا احترام کرتے۔کبھی اونچی آواز سے اپنی والدہ سے بات نہ کی۔اگر آپ کا دوپٹہ زمین پر گرا دیکھ لیتے تو فوراً اُٹھا کر چوم لیتے اور کہتے دوپٹہ تو عزت ہوتا ہے۔دادی جان بھی جان چھڑکتی تھیں۔اگر کلینک سے آنے میں دیر ہوجاتی تو پیار سے کہتیں ادھر آؤ کان کھینچوں دیر کیوں کی۔

محترم تایا جان سیّد آل احمد صاحب کا باپ کی طرح احترام کرتے اور پھوپھی جان سے والہانہ پیار کیا۔کوئی جمعہ ایسا نہ ہوتا جو ربوہ جا کر نہ پڑھتے اور جمعہ کے بعد پھلوں سے بھری ٹوکری پھوپھی جان اور بچوں کے لئے ضرور لے جاتے اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس آجاتے۔ جب کبھی پھوپھی جان ہمارے گھر سرگودھا آتیں تو آپ بڑے ہی پیار اور عقیدت سے والہانہ خدمت کرتے۔آپ کا بس نہ چلتا کہ اپنی بہن کے لئے کیا کچھ نہ کریں۔ پھوپھی جان کو 'خانم' کہہ کر پکارتے۔اور کچھ دن بعد باقاعدہ اپنے کلینک پر بھی آپ کی اور ہم سب بچوں کی چائے کا انتظام کرتے۔ چائے خود بناتے جو کہ اُن کی مشہور تھی۔ پھوپھی جان کے بچوں اور اپنے بچوں میں کبھی فرق نہ کیا۔ پھوپھی جان بھی اپنے بھائی کی عاشق تھیں اس لئے اباجان کی وفات کے بعد کہا کرتی تھیں کہ میں جب نماز کے لئے اُٹھتی ہوں تو یوں لگتا ہے بھائی ساتھ ساتھ ہیں۔اباجان کی وفات کے بعد محترمہ نانی امی کی تحریک اور پھوپھی جان کے بے حد اصرار پر میری بڑی بہن سیّدہ مسرت جنود پھوپھی جان کے بڑے بیٹے سیّد نصیر احمد شاہ سے بیاہی گئیں۔

آپ (والد صاحب) بحیثیت بیٹا اور بھائی تو بہترین تھے ہی بحیثیت خاوند اور والد بھی بے مثال تھے۔ حضرت امی جان کی بے حد عزت کرتے اور بے حد خیال رکھتے۔جب کبھی میری امی جان تھک کر سوجاتیں تو اُن کے ہاتھ چوم لیتے کہ ان ہاتھوں نے مجھے اور میرے بچوں کو کھانا بنا کر دیا ہے۔آپ کی عادت تھی کہ کبھی خالی ہاتھ گھر واپس نہ آتے۔امّی کہا کرتیں بڑی عجیب بات تھی جب کبھی کسی پھل کو کھانے کا دل کیا شام کو وہی پھل ڈاکٹر صاحب لے کر آجاتے۔اباجان کا تعلق چونکہ مذہبی گھرانے سے تھا اس لئے شدید پردے کے پابند تھے اور میری امی جان اُن سے بڑھ کر پردہ کرنے والی۔اپنے تمام کزن حتیٰ کہ پھوپھا جان سے بھی پردہ کیا۔گھر اور بچوں میں گم صرف محترمہ خالہ جی (صدر لجنہ سرگودھا) کے ساتھ کسی بھی جماعتی کام کرنے کے لئے وقت بے وقت جانے سے اباجان نے کبھی نہ روکا۔آپ کہتے جس عورت کا گھر جنت ہو اُسے کہیں جانے کی کیا ضرورت ہے۔امی کہا کرتی تھیں کبھی غصہ نہ کیا۔

باقی صفحہ نمبر 11پر ملاحظہ فرمائیں

وقف جدید

(چوہدری نعیم احمد باجوہ۔کونگو۔کنشاسا)

دسمبر کے آغاز کے ساتھ ہی دنیا بھر میں کئی قسم کی سرگرمیاں زور پکڑ جاتی ہیں۔کہیں کاروباری حضرات مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے سٹاک کو کم کرنے اور گاہکوں کو کھینچنے میں مصروف ہیں۔کہیں سیل (sale) کے میلے ہیں تو کہیں برف باری سے لطف اندوز ہونے کی تیاریاں۔ کہیں چھٹیاں گزارنے کے لئے ہوٹلوں کی بکنگ پر توجہ ہے تو کہیں ائیر ٹکٹس کی خرید وفروخت جاری ہے۔کوئی سال بھر کی کمائی لٹانے کے لئے آمادہ ہے تو کوئی اس لٹائی جانے والی دولت کو سمیٹ کر اپنے لئے سال بھر کی کمائی اکٹھی کر لینے کی کوشش میں مصروف۔

ماہ دسمبر کے ساتھ کئی جماعتی یادیں بھی وابستہ ہیں۔ سب سے بڑھ کر امام الزمان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے ہاتھوں رکھی جانے والی جلسہ سالانہ کی بنیادی اینٹ۔جو آج ایک تناور درخت بن کر اپنی برکات کی شاخیں ساری دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ پھر ربوہ کے وہ جلسے جو آج تک ان لوگوں کا لہو گرمانے کا ذریعہ ہیں جن کو ان میں شرکت کی توفیق ملی۔ ماہ دسمبر کا ایک اور یادگار باب وقف جدید بھی ہے۔اسی کا ذکر یہاں مقصود ہے۔

دنیا بھر میں سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز کے لئے جو جو حرکتیں کی جاتی ہیں انہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے ان لوگوں کو بتا دیا گیا ہو کہ یہ تمہاری زندگی کی آخری شاپنگ ہے۔جیسے اس کے بعد دکانیں خالی، بازار ویران اور شہر اجڑ جائیں گے۔بس بھاگو اور بھر لو اپنے گھر۔اور اس کے لئے کوئی بھی ذریعہ اختیار ہو جائے پرواہ نہیں۔

ایک عیسائی ملک میں سال کے اختتام اور نئے سال کے آغاز کا آنکھوں دیکھا حال کچھ یوں ہے کہ بازاروں میں رش اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ کھوّے سے کھوّا اچھلتا ہے۔راستے تنگ اور آمدورفت مشکل ہو جاتی ہے۔ان تمام سرگرمیوں کے منفی پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔مثلاً ہر کس و ناکس خریداری کرنے کے شوق میں مرا جاتا ہے۔ بیوی بچوں کی فرمائشیں خاندان کے سربراہ کو چین نہیں لینے دیتیں۔ان حالات میں غرباء میں احساس کمتری پیدا ہونا فطری عمل ہے۔بعض افراد رقم کمانے کے لئے ہر ذریعہ اپنانے کے لئے پر تولنے لگتے ہیں جس سے بعض اوقات جائز اور ناجائز کی تمیز بھی اٹھ جاتی ہے۔رشوت کا بازار گرم اور چھوٹی موٹی چوریوں کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے۔

ان حالات میں والدین کی بچوں کی فرمائشوں کے آگے بے بسی، بڑوں میں ہر طرح سے رقم اکٹھی کرنے کی جستجو اور لگن دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہم پر بے شمار احسانات میں سے یہ بھی ایک بہت بڑا احسان ہے کہ ہمیں غیر ضروری بوجھوں سے آزاد کر دیا۔اور قرآن پاک کی رو سے یہ کام ایک نبی ہی کر سکتا ہے۔

پھر آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلفاء کرام نے ان شاہراہوں کو وسیع تر کر کے ہمارے ذوق بدل دئے۔ فضول خرچیاں، انفاق فی سبیل اللہ میں بدل گئیں۔اپنے اوپر بے جا اور بے تحاشا خرچ کرنے کی عادت غرباء کی مدد اور ان کی ہمدردی میں بدل گئی۔فضول رسم ورواج اور بیہودہ حرکات سے نجات دلا دی گئی۔دنیوی تہواروں اور میلوں ٹھیلوں کی جگہ بامعنی پروگراموں اور روحانی اجتماعات نے لے لی۔

اگر ہم اپنے ماحول میں جائزہ لیں اور صرف ایک نظر ان حادثات کے اعداد وشمار پر ڈالیں جو سال کے اختتام اور نئے سال کے موقع پر ہوتے ہیں۔جب شوخی میں غلط ڈرائیونگ اور غل غپاڑے کی وجہ سے کئی قیمتی جانیں ہر سال ضائع ہو جاتی ہیں۔ ایسے میں ہم بطور احمدی ان سب حرکات سے بچائے گئے ہیں۔اس پر جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔

خدا تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے خلافت کی بابرکت زبان سے ایک فضل ہم پر وقف جدید کی شکل میں کر دیا ہے۔ماہ دسمبر میں وقف جدید کا اختتام ہو رہا ہوتا ہے۔ابتدا میں یہ تحریک صرف پاکستان کے لئے تھی لیکن جب سے اس میں ساری دنیا کے احمدی شریک ہو رہے ہیں دنیا بھر میں دسمبر میں جماعتیں وقف جدید کے چندے اور وعدے پورے کرنے کی طرف لگ جاتی ہیں۔جن جماعتوں کے ٹارگٹ ابھی پورے نہیں ہوتے وہ کوشش کرتی ہیں کہ ٹارگٹ پورے ہو جائیں تا وہ خلیفہ وقت کی دعاؤں سے زیادہ سے زیادہ فیض پا سکیں۔جن کے وعدے پورے ہو جاتے ہیں وہ چاہتی ہیں کہ خدا کے راستے میں سبقت کی منازل طے کر کے اپنے مولیٰ کی رضا پر اور آگے چلی جائیں۔ جماعتی طور پر جہاں کوشش ہو رہی ہوتی ہے وہیں ذاتی حیثیت میں ایک دوسرے کو یاد دہانیاں بھی کروائی جاتی ہیں۔گھروں میں اس بات کے تذکرے چلتے ہیں کہ ہمارا وعدہ پورا ہوا یا نہیں۔ تبلیغ اسلام کی عالمگیر مہم میں حصہ بننے اور اور اپنا حصہ ڈالنے کے لئے پائی پائی جمع کر کے خدا کے حضور پیش کرنے کے لئے خلیفۂ وقت کے قدموں میں ڈھیر کرتے جاتے ہیں۔

جہاں دنیوی ماحول میں بچے کرسمس کے کھلونے خریدنے کے لئے بضد ہیں تو وہیں احمدی بچے وقف جدید کے اپنے وعدے پورے کرنے کے لئے پُر جوش نظر آتے ہیں۔اپنے ڈبّے اور گلّے خالی کر کے وقف جدید کے لئے پیش کرنے لگتے ہیں۔ یہ کیوں نہ ہو، ایک بار امام وقت نے ان ننھے مجاہدین کو یہ جو کہا تھا:

”میں آج احمدی بچوں سے اپیل کرتا ہوں کہ بچو اٹھو اور آگے بڑھو اور تمہارے بڑوں کی غفلت کے نتیجہ میں وقف جدید کے کام میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اسے پُر کر دو اور اس کمزوری کو دور کر دو جو اس تحریک کے کام میں واقع ہو گئی ہے۔“ (الفضل ربوہ 7 اکتوبر 1966ء)

جہاں جماعت احمدیہ سے باہر کے ماحول میں خواہشات پوری کرنے کے لئے والدین مارے مارے پھر رہے ہوتے ہیں اور بعض اوقات یہ خواہشات اس قدر حاوی ہو جاتی ہیں کہ جائز وناجائز کا فرق مٹا کے بھی رقم کا حصول چاہتے ہیں تاکہ سال کے اختتام پر ایک تہوار منا سکیں۔ زندگی کا ایک سال کم ہونے کی ”خوشی“ منا سکیں۔ وہیں احمدی والدین جائز ذرائع سے کمائی ہوئی رقم اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہے ہوتے ہیں۔اور یہ ذوق کیوں پیدا نہ ہوتا جب کہ ہمارے امام نے اس قربانی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرما دیا:

”یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں۔ مَیں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے، خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے۔اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا۔“ (خطبہ 5 جنوری 1958ء)

یاد رہے خلیفۂ وقت ہمارے لئے باپ سے بڑھ کر ہے۔اور کون غیر تمند بیٹا یہ برداشت کرے گا کہ اس کے باپ کو کسی ضرورت کے لئے اپنے کپڑے بیچنے پڑیں۔کون غیر تمند بیٹی برداشت کرے گی کہ کسی ضرورت کے لئے اس کے باپ کو اپنا لباس اور مکان فروخت کرنا پڑے۔ہم تو بحیثیت قوم، بحیثیت جماعت غیر تمند ہیں۔دین کی غیرت، خدا کے رسول کے لئے غیرت، ناموس دین کے لئے غیرت ہمارے خون میں ڈال دی گئی ہے۔

اے مصلح موعود! آپ کی تمام بیٹیاں اور آپ کے تمام بیٹے اس بات کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں کہ وہ وقت کبھی نہیں آنے دیں گے جب آپ کو ایسا کرنا پڑے۔ہمارے پیارے امام کو کسی دینی اور دنیاوی ضرورت کے لئے اپنے مکان اور اپنے کپڑے بیچنا پڑیں اس کا کوئی احمدی تصور بھی نہیں کر سکتا اور کبھی ایسی ضرورت پیش آئی نہ آئے گی۔ بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے کہ اس دَور کے مومنین اور فدایان خلافت نے امام وقت کی آواز پر لبیک کہنے کی خاطر کپڑوں کی سلائی کر کر کے چندے دیئے ہیں اور دیتے چلے جا رہے ہیں۔ دوسروں کے کپڑے سلائی کر کے چندہ دینے کی مثالیں دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں۔ یہ معاملہ صرف غریب ممالک تک محدود نہیں بلکہ انگلستان جیسے ملک میں بھی ایک مخلص احمدی بہن نے اپنا وقف جدید کا چندہ ادا کرنے کے لئے دوسروں کے کپڑے سلائی کر کے اپنا وعدہ نہ صرف پورا کیا بلکہ جب آمدن زیادہ ہو گئی تو وعدہ بڑھا بھی دیا۔(الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری 2015ء)

جہاں نئے سال پر نئے کپڑوں کی خرید پر بے تحاشا خرچ کئے جاتے ہیں۔اور لوگ دیوانوں کی طرح مادیت کی اس دوڑ میں ایک دوسرے کو کچلتے ہوئے آگے سے آگے بڑھنے کی لگن میں مگن ہیں۔وہاں وہ دیوانے بھی ہیں جنہوں نے نئے جہان آباد کرنے ہیں بلکہ کر دیئے ہیں اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ نئے کپڑوں کی فکر میں نہیں بلکہ امام وقت کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تن کے کپڑے بیچ کر مالی قربانی کے جہاد میں حصہ لے رہے ہیں۔

ملاحظہ ہو سیرالیون کے ایک گاؤں Kpangbaru کی ایک نابینا عورت کا حوصلہ جس نے تحریک جدید کے چندے کا وعدہ دو ہزار لیون (Leon) لکھوایا۔لیکن اپنی غربت کی وجہ سے جب ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو خدا کی اس بندی نے جو وعدہ اپنے خدا سے کر لیا تھا اسے ہر حال میں پورا کرنے کی کس طرح ٹھان لی۔

”چندہ دینے کے لئے انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنی ایک غیر احمدی سے ادھار لے لیں۔لیکن بہن نے انکار کر دیا کہ تم نابینا ہو۔تمہارے پاس ذرائع بھی ایسے نہیں ہیں۔ پتا نہیں مجھے واپس بھی کر سکو گی یا نہیں۔اس پر وہ نابینا عورت بڑی فکر مند ہوئی ...... چنانچہ وہ دعا میں مصروف ہو گئیں۔ اسی دوران ایک اجنبی شخص گاؤں میں آیا اور ان کے پاس سے گزرا۔گھر کے باہر بیٹھی ہوئی تھیں۔تو انہوں نے اس آدمی کو آواز دی۔ اس سے کہنے لگیں کہ میرے پاس اس وقت ایک سر پر لینے والا کپڑا ہے وہ دو ہزار لیون میں تم خرید لو...... حالانکہ وہ کپڑا دس سے پندرہ ہزار لیون کا تھا۔ اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا کہ اتنا سستا کیوں بیچ رہی ہو۔اس پر اس خاتون نے بتایا کہ میں نے چندہ تحریک جدید ادا کرنا ہے اور میرے پاس اس وقت رقم نہیں ہے۔ اس اجنبی نے کپڑا خرید لیا اور دو ہزار لیون اس نابینا عورت کو دے دیئے۔ شریف آدمی تھا اور بعد میں وہ کپڑا بھی واپس کر دیا اور کہا یہ میری طرف سے آپ رکھ لیں۔“ (الفضل انٹرنیشنل 27 نومبر تا 03 دسمبر 2015ء)

اے امام وقت! آپ کے بیٹے اور آپ کی بیٹیاں آپ کی جاری کردہ خدائی تحریکات کو مسلسل کامیابیوں کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے آپ کو کوئی چیز بیچنے کی نوبت کیوں آنے دیں گے۔عام صحتمند افراد تو دُور رہے بظاہر معذور افراد بھی اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ایسے علاقے جنہیں دنیا گھمبیر اندھیروں کی سرزمین کہتی رہی، ان میں ظاہری بینائی سے محروم لیکن روح کی اتھاہ گہرائیوں تک روشن اس خاتون جیسے فدایان خلافت جب تک زندہ ہیں احمدیت اور خلفائے احمدیت کی تحریکات کا ہر دن روشن تر ہوتا چلا جائے گا۔

بالعموم سارا سال اور خاص طور پر سال کے آخر میں اپنے اردگرد نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے، اپنے وقتی اور دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے سرگرداں و غلطاں لوگوں کے جھرمٹ کے جھرمٹ دیکھ کر جہاں ان لوگوں کی حالت زار پر رحم آتا ہے اور ان تک اسلام کا امن وعافیت اور دائمی خوشیوں کا حقیقی پیغام پہنچانے کا جذبہ جوش مارتا ہے۔ وہیں اللہ کے حضور سجدہ شکر بجا لانے کے لئے سر جھکتا اور جھکتا ہی چلا جاتا ہے۔اور خلافت کے لئے بھی دعا نکلتی ہے کہ خلافت احمدیت کے ان تاجداروں نے کس قدر مثبت تبدیلی دنیا میں پیدا فرما دی ہے۔

خلفاء کرام کے ذہن مبارک سے نکلی مبارک تحریکات اور ہدایات کی بدولت پیدا ہونے والی تبدیلی بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور خلیفۂ وقت کے فیصلوں کو تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان تحریکات کو قبول عام کی سند کیسے حاصل ہو جاتی۔ یہ آواز اندھیروں کے براعظم کے لئے روشنی کی کرن کیسے بن جاتی۔ یہ خدائی فیصلے تھے جو ایک زبان مبارک سے جاری کئے گئے۔ پھر وقف جدید کے لئے تو آپ نے خود فرما دیا تھا:

”یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے۔“

واقعتہً یہ خدا تعالیٰ کا کام تھا اور ہے۔اسی نے شروع کروایا اور وہی پورا کروا رہا ہے۔وقف جدید کا اختتام دسمبر میں ہو یہ بھی منشا الٰہی تھا۔واقعتہً آج احمدیت کے پروانوں، خلافت کے عاشقوں کی دنیا اور ہے اور دنیاداروں کی دنیا اور۔ایک طرف ایک نہ ختم ہونے والے خواہشات کے سراب ہیں تو دوسری طرف تسکین واطمینان کے بلندو بالا پہاڑ۔ایک طرف ہزاروں لاکھوں خرچ کرنے کے باوجود خوشی دُور بھاگتی چلی جا رہی ہے تو دوسری طرف خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چند پائیاں حُسنِ نیّت سے قربان کرنے والوں کی طمانیت عرش کے پائے چھو رہی ہے۔

خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ پا کر جب کبھی خلیفۂ وقت کی زبان مبارک سے ایسی قربانی کا تذکرہ ہو جاتا ہے تو قربانی کرنے والے پر طمانیت، مسرت، عجز و انکساری کا جو دَور چلتا ہے کوئی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ ایسی خوشی جو روح تک اتر جائے۔ایسی سکینت جو پہاڑ جیسی ہو۔اور پہاڑ بھی وہ جس پر شیطان اچھل کود نہیں کر سکتا۔ یہ طمانیت صرف محسوس کی جا سکتی ہے یا مستقبل کی جاری قربانیوں سے ناپی جا سکتی ہے۔کیونکہ یہ قربانی کرنے والے کو اور مضبوط عزم وہمت عطا کر جاتی ہے۔

روشن ماضی اور شاندار مستقبل

اس تحریک کے ابتدا سے ہی فدایان خلافت نے غیر معمولی جوش وخروش سے اس میں حصہ لیا اور قربانیوں کی ایک تاریخ رقم کر دی۔ تاہم ان سب میں سے نمایاں اور

باقی صفحہ نمبر 09 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ: خطاب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ......از صفحہ نمبر 20

اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق، حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو‘‘ (یعنی تعلق اور رابطہ جوڑنا ہے) تو نماز پر کاربند ہو جاؤ اور ایسے کاربند بنو کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں‘‘۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 170۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر فرمایا: باوجود انسان کی خواہش کے کہ وہ پاک ہو جاوے نفس لوّامہ کی لغزشیں ہو ہی جاتی ہیں۔ گناہوں سے پاک کرنا خدا کا کام ہے۔ اس کے سوائے کوئی طاقت نہیں جو زور کے ساتھ تمہیں پاک کر دے۔ پس پاک جذبات کے پیدا کرنے کے واسطے خدا تعالیٰ نے نماز رکھی ہے۔ نماز کیا ہے؟ ایک دعا جو درد، سوزش اور حرکت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے۔ یعنی یہ گرمی دل میں پیدا ہوتی ہے تا کہ یہ بدخیالات اور برے ارادے دفعہ ہو جائیں اور پاک محبت اور پاک تعلق حاصل ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کے احکام کے ماتحت چلنا نصیب ہو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد پنجم صفحہ 92۔93۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا۔ اول امام عادل۔ دوسرے وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جوانی بسر کی۔ تیسرے وہ آدمی جس کا دل مسجدوں کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ چوتھے وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اسی پر وہ متحد ہوئے اور اسی کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ پانچویں وہ پاکباز مرد جس کو خوبصورت اور بااقتدار عورت نے بدی کے لئے بلایا لیکن اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹے وہ سخی جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتویں وہ مخلص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل المساجد حدیث 660)

اس حدیث میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ تقریباً تمام ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت کی وجہ سے ہی ان پر عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیں پہلے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جوانی بسر کی۔ یہ بھی جس میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوگی اسی میں یہ ذوق بھی پیدا ہوگا کہ وہ نوجوانی کی حالت میں بھی عبادت میں زندگی گزارے۔ پھر دل مسجد سے لگا ہو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی طرف لے جانے والی چیز ہے اور وہ بھی خشیت سے پیدا ہوتی ہے، ایک تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا صحیح عرفان حاصل ہوگا تو مسجدوں کی طرف آنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے تعلق ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے اور اسی محبت کی وجہ سے ہے جو ایک بندے کو خدا تعالیٰ سے ہونی چاہئے اور ہوتی ہے۔ پھر اللہ کی خاطر بدی سے پرہیز ہے۔ عورت کی جو بات کی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر بدی سے پرہیز ہے۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خشیت ہی ہے۔ اپنے پیاروں کی خاطر آدمی بہت ساری باتیں چھوڑتا ہے۔ تو یہاں جو اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی تو ایسی حرکتوں سے بھی انسان باز آ جاتا ہے۔ پھر چھپ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنے کے لئے ہی ہے۔ پھر چھپ کر عبادت کرنے والے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اور خشیت ہی ہے اور ایک بظاہر حقوق العباد میں ہے بلکہ وہ بھی اللہ کی خاطر ہی ہے جو اس کے حکم پر چلتے ہوئے عدل اور انصاف قائم کرنے کی تلقین ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ سے زیادہ حاصل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے فرائض بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہیں۔ تو فرمایا جس میں یہ باتیں موجود ہوں گی اس کو کوئی خوف نہیں کوئی حساب کتاب کی فکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضلوں کا سایہ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور اپنے بندوں میں شمار کرے گا اور اپنی جنتوں کا تمہیں وارث بنائے گا۔ اللہ کرے کہ ہم یہ سب سچی محبت اور خشیت حاصل کرنے والے ہوں، پانے والے ہوں۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں دوزخ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے رو پڑی یعنی خشیت سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جو رات کو راہ خدا میں پہرہ دیتی ہے۔
(سنن الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللہ حدیث 1639)

تو یہاں بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ایسا خوف ہے جو کسی محبت اور تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ کوئی ڈر ہو۔ تو ایک محبت والا خوف جو ایک محبت کرنے والے کو اپنے محبوب سے ہوتا ہے کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے اور اس ناراضگی سے بچنے کے لئے، اس کو راضی کرنے کے لئے وہ بڑے بڑے پاپڑ بیلتا ہے تو یہاں بھی ہے کہ پھر اس کو راضی کرنے کے لئے ایک لمبا عرصہ اور ایک مستقل مزاجی سے اس کی یاد میں گزارو۔ راتوں کو بھی گزارو، دنوں کو بھی گزارو۔ گریہ وزاری کرنے والی آنکھیں ہوں۔ اور پھر بتایا کہ گریہ وزاری کے، اللہ تعالیٰ کی خشیت کے اعلیٰ معیار کس طرح قائم ہوں گے۔ وہ اس طرح کہ اس کی عبادت بجالاؤ اور عبادات کے بھی اعلیٰ معیار کیا ہیں کہ راتوں کو اٹھو، اور اسے پکارو جیسا کہ پہلے مَیں نے کہا۔ تو یہی اصل چیز ہے۔ اپنی راتوں میں اس کے آگے رو رو کر اس سے دعائیں مانگو اور کیونکہ راتوں کو جاگنے والے، راتوں کی عبادت کرنے والے دنیا دکھاوے کے لئے عبادت نہیں کر رہے ہوتے بلکہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خاطر کر رہے ہوتے ہیں اس لئے فرمایا کہ یہ لوگ ایسے ہیں جنہیں جہنم نہیں چھوئے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ اپنے پیار اور محبت کی گود میں رکھے گا۔

پھر ایک حدیث میں اس بات کو یوں بھی بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی خشیت سے روتا ہے وہ کبھی آگ میں نہ جائے گا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے۔ (سنن الترمذی ابواب فضائل الجہاد باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ حدیث 1633)

یعنی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہو اور پھر وہ جہنم میں جائے یا آگ میں پڑے۔ اور خدا کی راہ میں انسان کے جسم پر لگا ہوا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کے رستے میں تکلیفیں اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادات کرتے ہیں کبھی یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کو جہنم کا دھؤاں یا جہنم کی آگ ان کے قریب بھی پہنچ سکے۔ تو یہ مزید تسلی فرما دی کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ تم اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہو، برائیوں سے بھی بچتے ہو اور اس کی عبادت بھی کرنے والے ہو اور پھر تم جہنم میں بھی جاؤ، ناممکن ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمہیں خوشخبری ہو کہ تم اس کی رضا حاصل کرتے ہوئے جنت میں جانے والے ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’جگری گریہ و بکا آستانہ الوہیت پر ہر ایک قسم کی نفسانی گندگیوں اور مفسد مواد کو لے کر نکل جاتا ہے اور اس کو پاک و صاف بنا دیتا ہے۔ اہل اللہ کا ایک آنسو جو توبۃ النصوح کے وقت نکلتا ہے ہوا و ہوس کے بندے اور ریاکار اور ظلمتوں کے گرفتار کے ایک دریا بہا دینے سے افضل اور اعلیٰ ہے کیونکہ وہ خدا کے لئے ہے اور یہ خَلق کے لئے یا اپنے نفس کے واسطے‘‘۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 411۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تو فرمایا کہ دل سے جو دعا نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور پورے عاجزی سے جھکتے ہوئے جو تم دعا مانگتے ہو، ہر قسم کی نفسانیت سے بالا ہو کر اس کو حاصل کرنے کے لئے دعا مانگتے ہو تو پھر تمہارے یہ سارے گند اللہ تعالیٰ نکال دے گا اور یہی توبۃ النصوح ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ والے بننے کی کوشش کرو۔ اللہ کی راہ میں ایک بھی آنسو بہاؤ اور حقیقت میں وہ آنسو اس کی یاد میں بہنے والا ہو، اس کی رضا کو حاصل کرنے والا ہو تو پھر یہ ایک آنسو بھی جو ہے یہ معجزات دکھانا شروع کر دیتا ہے لیکن شرط یہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ تمہارے دل کے اندر سے، اس کی گہرائیوں سے یہ آنسو باہر نکل رہا ہو۔

پھر فرمایا ہے کہ نمازوں کو اپنی عبادات کو اس طرح اس رنگ میں رنگین کیا جائے کہ ذہن میں صرف اللہ ہی اللہ ہو۔ نمازوں میں ایسی کیفیت اختیار کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اور اسے دیکھ رہے ہو۔ اس کے حضور حاضر ہو۔ اگر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو کم از کم اتنا ضرور ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور پھر اس کیفیت کو، اس خشیت کو، اس حالت کو جو خشیت کی حالت ہے مستقل اپنی زندگی کا حصہ بنانے کے لئے بھی ہمیشہ ذہن میں رہے کہ خدا ہماری ہر حرکت دیکھ رہا ہے۔ صرف یہی نہیں ہے کہ نماز پڑھی اور سلام پھیرا تو اس کے بعد خدا نے دیکھنا بند کر دیا بلکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر لمحہ ہماری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے برائیوں سے بھی بچنا ہے اور اپنے ہر عمل کو خالصۃً لِلّٰہ کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ان لوگوں کی طرح نہیں ہو جانا جو ہمسایوں سے نیک سلوک نہ کر رہے ہوں، اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک نہ کر رہے ہوں، اپنی بیوی سے نیک سلوک نہ کر رہے ہوں۔ کیونکہ اگر اللہ کا خوف ہے تو یہ بات بھی ہر وقت ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ صرف نماز پڑھتے ہوئے ہی نہیں دیکھتا، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے، بلکہ وہ ہر حالت میں تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس لئے اگر تم اپنے بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بھی سستی کرتے ہو اور عاجزانہ طور پر ان کی خدمت کے لئے کمربستہ نہیں ہو، ان کی خدمت میں لگے نہیں رہتے یا ان کے حقوق ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو یاد رکھو کہ وہ خدا تمہارا محاسبہ کر سکتا ہے۔ اس لئے اپنے معاشرے کے حقوق بھی اسی طرح ادا کرو جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت تم اس کی خشیت کی وجہ سے کرتے ہو۔ جس ملک میں تم رہ رہے ہو اس سے محبت کرنے کا بھی حکم ہے۔ اس لئے اگر اللہ کا خوف ہے تو اپنے ملک سے بھی مکمل وفا کرو۔ اب یہاں جن کو کینیڈین شہریت مل گئی ہے ان کا فرض ہے کہ کینیڈا کے مکمل وفادار بن کر رہیں۔ جب تم یہ معاشرتی حقوق ادا کر رہے ہو گے تو تب سمجھا جا سکتا ہے کہ تم تقویٰ پر قائم ہو اور اللہ کا خوف بھی تمہارے دل میں ہے اور اس کے لئے دعا بھی کرنی چاہئے تا کہ اللہ کا قرب پانے کے اعلیٰ معیار حاصل ہو سکیں۔

ایک روایت آتی ہے۔ کچھ حصہ میں پڑھتا ہوں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کو پاک کر کیونکہ تُو ہی اس کا بہترین تزکیہ کرنے والا ہے۔ تُو ہی اس کا ولی ہے اور تُو ہی اس کا آقا ہے۔ تو یہ دعا اس طرح کرنی چاہئے۔

پھر فرمایا کہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہ دے۔ اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو۔ اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو۔ اور ایسی دعا سے جو مقبول نہ ہو۔
(صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء والتوبۃ والاستغفار باب التوبۃ التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل حدیث 6906)

پھر فرمایا کہ جو لوگ تقویٰ پر چلنے والے ہیں ان کا فرض ہے کہ اپنے علم سے اپنی صلاحیتوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔ ان کو بھی کوشش کر کے اعلیٰ معیار پر لے کر آئیں۔ یہ نہ ہو کہ اس بارے میں کنجوسی ہو اور ٹریڈ سیکرٹ (Trade secret) کے نام پر کسی کو فائدہ پہنچانے میں کنجوسی سے کام لے رہے ہوں کیونکہ ایسے لوگوں کے دل اللہ کی خشیت سے بھی خالی ہو جاتے ہیں۔ ان میں اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ صرف اپنے نفس کو فائدہ پہنچائیں۔ ہر چیز اپنی جیب میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو آخر میں نہ قبول ہونے والی دعاؤں سے پناہ مانگی ہے کیونکہ جو لوگ صرف ذاتی مفاد حاصل کرنے والے ہوں اور لوگوں کو دینے میں کنجوسی سے کام لینے والے ہوں اور جن کے دل اللہ تعالیٰ کی خشیت سے خالی ہوں تو پھر ایسے لوگ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب نہیں بن سکتے اور پھر ایسے لوگوں کی دعائیں بھی خدا تعالیٰ نہیں سنتا۔ اللہ ہر احمدی کو اس سے بچائے۔

پھر فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا کرنے والے ہوتے ہیں اس کی عبادات بجا لانے والے ہوتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں قربانیاں کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور بڑی بشاشت سے قربانیاں کرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور اس کی دائمی جنتوں کا وارث بننا ہے جیسا کہ وہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ۔ (المؤمنون: 61) کہ اور وہ لوگ بھی کہ جو بھی وہ دیتے ہیں اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل اس خیال سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ یقیناً اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔

پھر فرمایا کہ یہ قربانیاں کر کے، مالی قربانیاں کر کے آرام سے نہ بیٹھ جاؤ کہ ہم نے بہت مالی قربانیاں کر لی ہیں۔ بلکہ مالی قربانی کرنے والوں کے دل پھر بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کے کسی فعل کی وجہ سے ان کی قربانیاں ردّ نہ کر دی جائیں۔ ان کی نیّتوں میں کہیں دنیا کی ملونی شامل نہ ہو جائے۔ یہ خیال دل میں نہ آ جائے کہ مَیں پانچ وقت کی نمازیں بھی پڑھتا ہوں اور اللہ کی راہ میں مالی قربانیاں بھی کر رہا ہوں اب چاہے جو مرضی کرتا پھروں۔ بندوں کے حقوق ادا نہ کروں۔ ملک سے وفادار نہ رہوں۔ پھر فرمایا نہیں بلکہ یہ جو مالی قربانی اور نمازیں ہیں یہ تمہیں ان حقوق کی طرف زیادہ توجہ دلائیں اور اللہ تعالیٰ کی خشیت تمہارے دل میں زیادہ پیدا کریں تبھی وہ فائدہ مند ہوں گی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسان جو چاہے کرے مگر خدا سے ڈرتا رہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

انسان نیکیاں کرے مگر ساتھ ہی خدا سے بھی ڈرتا رہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب التوقی علی العمل حدیث 4198) تو کبھی بھی انسان کو اپنی ظاہری نیکیوں پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے، کبھی انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ کبھی ان کو کچھ سمجھنا نہیں چاہئے۔ بلکہ مستقل استغفار کی طرف توجہ رہنی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہو اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ رہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آ جاؤ وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے‘‘۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 147۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تو جب انسان ایک احساس ندامت کے ساتھ اللہ کے حضور حاضر ہو، اس کی بخشش حاصل کرنے کے لئے ایک تڑپ ہو، اللہ کے در پر بیٹھ جائے کہ تیری رضا حاصل کر کے ہی اٹھنا ہے تو جتنا بھی گنہگار ہے اللہ تعالیٰ اس کی تڑپ کی ضرور قدر کرتا ہے جیسے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ تو موقع تلاش کر رہا ہوتا ہے کہ کس طرح کوئی بھولا بھٹکا بندہ میری طرف آئے اور میں اسے اپنے ساتھ چمٹاؤں۔

اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری کی ایک لمبی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے۔ آخر اس کے دل میں ندامت پیدا ہوئی اور اس نے اس علاقے کے سب سے بڑے عالم کے متعلق پوچھا تا کہ وہ اس سے گناہ سے توبہ کرنے کے بارے میں پوچھے۔ اسے ایک تارک الدنیا عابد زاہد کا پتا بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس آیا اور کہا اس نے ننانوے قتل کئے ہیں اور کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس عابد زاہد نے کہا کہ ایسے آدمی کی توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے اور اتنے بڑے گناہ کیسے معاف ہو سکتے ہیں۔ اس پر اس نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ اس طرح پورے سو قتل ہو گئے۔ پھر اسے اور ندامت ہوئی اور اس نے کسی بڑے عالم کے متعلق پوچھا۔ اس کو ایک بڑے عالم کا پتا بتایا گیا۔ وہ اس کے پاس آیا اور کہا میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا کیوں نہیں۔ توبہ کا دروازہ کیسے بند ہو سکتا ہے اور توبہ کرنے والے اور اس کی توبہ کے قبول ہونے کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے۔ تم فلاں علاقے میں جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوں گے اور دین کے کام کر رہے ہوں گے تم بھی ان کے ساتھ اس نیک کام میں شریک ہو جاؤ اور ان کی مدد کرو۔ نیز اپنے اس علاقے میں واپس نہ آنا کیونکہ یہ بُرا اور فتنہ خیز علاقہ ہے۔ چنانچہ وہ اس سمت میں چل پڑے لیکن ابھی آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ موت نے اسے آ لیا۔ تب اس کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا ہے اس لئے ہم اسے جنت میں لے جائیں گے۔ عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ اس نے کوئی نیک کام نہیں کیا یہ کیسے بخشا جا سکتا ہے۔ اسی اثناء میں اس کے پاس ایک فرشتہ انسانی صورت میں آیا۔ اس کو انہوں نے اپنا ثالث مقرر کر لیا۔ اس نے دونوں کی باتیں سن کر کہا کہ جس علاقے سے یہ آ رہا ہے اور جس کی طرف جا رہا ہے ان دونوں کا درمیانی فاصلہ ناپ لو تو ان میں سے جس علاقے سے وہ زیادہ قریب ہے وہ اسی علاقے کا شمار ہو گا۔ پس انہوں نے اس فاصلے کو ماپا تو اس علاقے کے قریب پایا جس کی طرف وہ جا رہا تھا یعنی نیکی حاصل کرنے کی طرف۔ اس پر رحمت کے فرشتے اسے جنت کی طرف لے گئے۔ (صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ حدیث 7008)

تو یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے بخشنے کے طریقے۔ اس لئے کبھی یہ خیال نہ آئے کہ یوں ہو گیا تو اب کس طرح ہم اپنے دل میں یہ حالت پیدا کریں۔ جو جس طرح زندگی گزر رہی ہے گزارتے چلے جائیں۔

پھر یہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں کو ہی مقام ملتا ہے بلکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لیتا ہے جو اس کی عبادت کرنے والوں کی مجلسوں میں بیٹھنے والے ہیں۔

اس بارے میں بھی حضرت ابوہریرۃؓ سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے۔ جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہ بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے سایہ برکت سے معمور ہو جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ (اب یہ ہمارے جلسے بھی ذکر کی مجالس ہی ہیں) وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے کہ کہاں سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے، تیری عبادت میں مصروف تھے اور تیری حمد میں رطب اللسان تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں، اے میرے رب انہوں نے تیری جنت دیکھی تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کی کیا کیفیت ہوگی اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیں۔ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ چاہتے ہیں۔ فرشتے اس پر کہتے ہیں تیری آگ سے وہ پناہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کا کیا حال ہوگا اگر وہ میری آگ کو دیکھ لیں۔ پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری بخشش طلب کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا اور میں نے ان کو پناہ دی جس سے انہوں نے میری پناہ طلب کی۔ اور اس پر فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ان میں فلاں شخص غلط کار شخص بھی تھا وہ وہاں سے گزرا اور ان کو ذکر کرتے ہوئے دیکھ کر تماش بین کے طور پر ان میں بیٹھ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والے بھی محروم اور بدبخت نہیں رہتے۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء والتوبۃ والاستغفار باب فضل مجالس الذکر حدیث 6839)

تو دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کتنی غیرت رکھتا ہے کہ ان کی مجلس میں بیٹھنے والے شخص کو بھی بخش دیا۔ دراصل تو یہ بخشش اس پیار کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ہے اور کیونکہ یہ بھی فرماتا ہے کہ جو کسی کی ہدایت کا باعث بنے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ہدایت پانے والے کو۔ تو اس طرح دونوں کے درجات کو بڑھا رہا ہے۔ تو کون ہے جو ایسے پیار کرنے والے خدا سے پیار نہ کرے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ انسان اگر سچے دل سے اخلاص لے کر رجوع کرے تو وہ غفور رحیم ہے اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ یہ سمجھنا کہ کس کس گناہگار کو بخشے گا؟ خدا تعالیٰ کے حضور سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اس کی رحمت کے خزانے وسیع اور لا انتہا ہیں۔ اس کے حضور کوئی کمی نہیں۔ اس کے دروازے کسی پر بند نہیں ہوتے۔ انگریزوں کی نوکریوں کی طرح نہیں کہ اتنے تعلیم یافتہ ہو کہاں سے نوکریاں ملیں۔ خدا کے حضور جس قدر پہنچیں گے سب اعلیٰ مدارج پائیں گے۔ یہ یقینی وعدہ ہے۔ وہ انسان بڑا ہی بدقسمت اور بدبخت ہے جو خدا تعالیٰ سے مایوس ہو اور اس کی نزع کا وقت غفلت کی حالت میں اس پر آ جاوے۔ بیشک اس وقت دروازہ بند ہو جاتا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 296-297۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) یعنی کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اور آخری وقت تک کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ بخشش کے سامان پیدا فرماتا ہے اگر سچے دل سے معافی مانگی جائے۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو۔ موت سے بڑھ کر اور کوئی بیدار کرنے والی چیز نہیں ہے۔ جب انسان سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر بندے کا نیا حساب چلتا ہے۔ اگر انسان کا کوئی ذرا سا بھی گناہ کرے تو وہ ساری عمر اس کا کینہ اور دشمنی رکھتا ہے اور گو زبانی معاف کر دینے کا اقرار بھی کرے لیکن پھر بھی جب اسے موقع ملتا ہے تو اپنے کینہ اور عداوت کا اس سے اظہار کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ سچے دل سے اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا اور رجوع بہ رحمت فرماتا ہے۔ اپنا فضل اس پر نازل کرتا ہے اور اس گناہ کی سزا کو معاف کر دیتا ہے۔ اس لیے تم بھی اب ایسے ہو کر جاؤ کہ تم وہ ہو جاؤ جو پہلے نہ تھے۔ نماز سنوار کر پڑھو۔ خدا جو یہاں ہے وہاں بھی ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ جب تک تم یہاں ہو تمہارے دلوں میں رقّت اور خدا کا خوف ہو اور جب پھر اپنے گھروں میں جاؤ تو بے خوف اور نڈر ہو جاؤ۔ نہیں، بلکہ خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہیے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہوگا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز اس لیے نہیں کہ ٹکریں ماری جاویں یا مرغ کی طرح کچھ ٹھونگیں مار لیں۔ بہت لوگ ایسی ہی نماز پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کے کہنے سننے سے نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 247۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کُنی کر جاتی ہے‘‘ اس کو ختم کر دیتی ہے۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

اللہ کرے کہ ہم حقیقی تقویٰ حاصل کرنے والے ہوں۔ اس کی خشیت ہمارے دلوں میں ہمیشہ قائم رہے۔ اس کی مخلوق سے سچی ہمدردی کرنے والے ہوں۔ ان کے حقوق ادا کرنے والے ہوں۔ عاجزی دکھانے والے ہوں۔ اپنے ملک سے وفا کرنے والے ہوں۔ اس ملک نے آپ کو بہت کچھ دیا ہے اس کے لئے دعا کریں۔ اللہ حکومت کو بھی عوام کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور یہاں رہنے والوں کو بھی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق دے۔ آپ سب کو نظام جماعت سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔ کبھی بھی آپ لوگ کسی بھی قسم کی ٹھوکر کھانے والے نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ سفر میں آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ خیریت سے آپ سب کو اپنے گھروں میں واپس لے جائے اور ہمیشہ اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ آپ کی اولادوں کی طرف سے بھی آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔

آپ لوگوں میں سے بہت سارے باہر سے بھی آئے ہوئے ہیں۔ امریکہ سے بھی آئے ہوئے ہیں۔ یہاں کے فاصلے بھی اتنے ہیں کہ بعض لوگوں کے امریکہ سے بھی زیادہ فاصلے ہیں تو جنہوں نے ڈرائیو کر کے جانا ہے آرام سے جائیں اور احتیاط سے ڈرائیو کریں اور جہاں بھی سروس (service) آتی ہے نیند کی صورت میں وہاں آرام کر کے جائیں۔ جلد بازی نہ کریں۔ اور سپیڈ لمٹ (speed limit) کی اور قانون کی بھی پابندی رکھا کریں۔ بعض دفعہ حادثات اسی طرح ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

اب یہ جو امیر صاحب نے رپورٹ دی ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج کی حاضری جو اُن کے مطابق اب تک کے جلسوں میں سب سے زیادہ حاضری ہے وہ اکیس ہزار دو سو چھیانوے (21296) ہے۔ الحمدللہ۔

اب دعا کر لیں۔

☆☆☆

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

مختصر عالمی جماعتی خبریں

مرتبہ: فرخ راحیل۔ مربیٔ سلسلہ

اس کالم میں الفضل انٹرنیشنل کو موصول ہونے والی جماعت احمدیہ عالمگیر کی تبلیغی و تربیتی مساعی پر مشتمل رپورٹس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

....

﴿فِن لینڈ﴾

ہیلسنکی میں سالانہ بُک فیئر کا کامیاب انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ فن لینڈ کو 22 تا 25 اکتوبر 2015ء فن لینڈ کے سالانہ بُک فیئر منعقدہ بمقام دار الحکومت ہیلسنکی جماعتی سٹال لگانے کی توفیق ملی۔ ہیلسنکی کے سب سے بڑے ہال میسوکیسکوس میں یہ بُک فیئر منعقد ہوتا ہے۔

مکرم سید عبد الصمد صاحب کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق جماعت احمدیہ فن لینڈ کو شعبہ اشاعت کے تحت دوسری دفعہ بُک فیئر میں سٹال لگانے کی توفیق ملی۔

اِمسال جماعت کو پچھلے سال کے مقابلے میں جگہ کے لحاظ سے زیادہ بڑا اور زیادہ نمایاں جگہ سٹال لگانے کی توفیق ملی۔ قرآن مجید کے 16 زبانوں میں تراجم بھی نمائش کی زینت رہے۔ علاوہ ازیں مختلف جماعتی کُتب کی نمائش کی گئی۔ اِن میں زیادہ تر کُتب حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے احمدیت کی رکھی گئیں۔

22 اکتوبر 2015ء صبح دس بجے جماعتی سٹال کا آغاز مکرم عطاء الغالب صاحب صدر جماعت فن لینڈ نے دعا کے ساتھ کیا۔ سٹال پر متعدد بینرز آویزاں کیے گئے جن سے جہاد کی اصل حقیقت، ISIS کی مذمّت، اسلام میں عورتوں کے حقوق اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امن سے متعلق کوششوں کو ظاہر کیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب World Crisis & the Pathway to Peace، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کتاب Muhammad^{sa} the Liberator of Women اور Life of Muhammad^{sa} لوگوں میں تقسیم کی گئیں۔

اِس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے نیشنل شعبہ تبلیغ نے جماعتی سٹال کے ساتھ ساتھ لوگوں میں تبلیغی فلائر بھی تقسیم کئے۔ اِس سال بُک فیئر پر کُل 8632 فلائر تقسیم کئے گئے۔

اِس سال اس بک فیئر کو کُل 79926 لوگوں نے وزٹ کیا جن میں 68 فیصد خواتین اور 29 فیصد مرد حضرات شامل تھے۔

جماعتی سٹال کو مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے احباب و خواتین نے وزٹ کیا اور اِس طرح بہت سے لوگوں تک اسلام کی اصل اور حقیقی تعلیم پہنچانے اور لوگوں کو جماعت کے بارے میں معلومات دینے کا موقع ملا۔ زائرین سے وفاتِ مسیح، ISIS اور جماعت کا دوسرے مسلمانوں سے اعتقادی فرق کے بارہ میں بات ہوئی۔

سٹال پر موجود افراد جماعت اور مکرم مصور احمد شاہد صاحب مبلغ سلسلہ فن لینڈ نے زائرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔

....

﴿مارشل آئی لینڈز﴾

مارشل آئی لینڈز میں پہلے پیشوایان مذاہب کانفرنس کا انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ مارشل آئی لینڈز کو Majuro Atoll کے مقام پر College of Marshall Islands میں 10/اکتوبر 2015ء کو اپنے پہلے پیشوایان مذاہب کانفرنس کے انعقاد کی توفیق ملی۔

کانفرنس کا مرکزی عنوان 'بانیان مذاہب' تھا۔

اس میں ہندو مذہب، بدھ مذہب، عیسائیت اور اسلام کے نمائندگان نے پریزنٹیشن دی۔

مکرم فلاح الدین شمس صاحب صدر جماعت مارشل آئی لینڈز کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق پروگرام Ben Chutaro صاحب نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کالج آف مارشل آئی لینڈز کے Board of Regents کے چیئرمین ہیں۔

درج ذیل احباب وخواتین نے اپنے اپنے مذہب کی نمائندگی میں پریزنٹیشن دی۔

☆...... **ہندو ازم۔** Usha Patil صاحبہ (Finance Consultant to the Majuro Hospital)

☆...... **بدھ ازم۔** Todd Skorich صاحب (English Teacher and Instructor of Yoga and Meditation)

☆...... **عیسائیت۔** Brian Tidwell صاحب (Working at Christian School)۔

☆...... **اسلام۔** Matiullah Joyia صاحب (مبلغ سلسلہ جماعت احمدیہ مارشل آئرلینڈز)

پریزنٹیشنز کے بعد سوال و جواب کا پروگرام ہوا اور اس کے بعد جماعتی تحائف تقسیم کئے گئے۔ پروگرام کے آخر پر مکرم صدر صاحب جماعت مارشل آئی لینڈز نے احباب کا شکریہ ادا کیا اور دعا کروائی۔

پروگرام میں کُل حاضری 70 رہی۔

....

﴿فجی﴾

فجی کے جزیرہ تاویونی میں جلسہ سیرت النبیؐ کا بابرکت انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو فجی کے ایک جزیرہ تاویونی میں 31/اکتوبر 2015ء کو بمقام Central Sanatan School جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ مکرم آصف احمد عارف صاحب مبلغ سلسلہ تاویونی فجی کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق جلسہ میں زیادہ سے زیادہ حاضری کے لئے 250 دعوت نامے تقسیم کئے گئے اور لوگوں سے انفرادی ملاقات کرنے کے علاوہ دکانوں، حکومتی دفاتر اور بسوں میں شتہارات بھی لگائے گئے۔

اجلاس کے مہمان خصوصی جزیرہ کی District Officer مکرمہ تیمالیسانی (Tema Lesani) صاحبہ تھیں۔ جلسہ کا آغاز مکرم محمود احمد صاحب امیر جماعت فجی کی زیر صدارت تلاوت قرآن کریم مع فجین ترجمہ سے ہوا۔ اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے نعتیہ قصیدہ کے منتخب اشعار کا انگریزی ترجمہ پیش کیا گیا۔ بعد ازاں مکرم آصف عارف صاحب مبلغ سلسلہ تاویونی نے جماعت احمدیہ کا تعارف پیش کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیّبہ کے حوالے سے ایک ڈاکومنٹری دکھائی۔

مکرم محمود احمد صاحب امیر و مشنری انچارج فجی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور رحمۃ للعالمین کے پہلو کو اپنی تقریر میں اجاگر کیا اور اور مختلف واقعات سے اسلام کی پُر امن تعلیم پیش کی اور آجکل اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کا ان واقعات سے ردّ کیا۔ آخر پر آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بعثت کا مقصد اور جماعت احمدیہ کی عالمی خدمات کا ذکر کیا۔

بعد ازاں مہمان خصوصی مکرمہ تیمالیسانی (Tema Lesani) صاحبہ District Officer تاویونی نے بہت اچھے انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ دنیا کو اس عالمی نبی کی پُر امن تعلیم پر غور کرنا چاہئے۔

پروگرام کے آخر پر مکرم امیر صاحب نے مہمان خصوصی کو تحفہ پیش کیا اور اختتامی دعا کروائی۔

جلسہ کے موقع پر ایک بُک سٹال لگایا گیا جس سے مہمانوں نے قرآن کریم کے انگریزی اور فجین ترجمہ کے نسخہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور Review of Religions کے کئی نسخے حاصل کئے۔

ایک عیسائی پادری نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی پُر امن تعلیم اور محبت بھرے پیغام کو سراہتے ہوئے کہا کہ ہمیں اللہ اور اس کا سچا مذہب یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہمیں دوسروں سے ایسی ہی محبت کرنی چاہئے جیسے ہم اپنے وجود سے کرتے ہیں۔

کئی غیر از جماعت مہمانوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ایسے پروگرام بہت ضروری ہیں اور بار بار ہونے چاہئیں تا کہ اسلام کی صحیح تعلیمات سے آگاہی حاصل ہوتی رہے۔ نیز اس بات کا بھی اظہار کیا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ انہیں اسلامی پروگرام میں دعوت دی گئی اور اس پروگرام کے ذریعہ سے اُن کو غیر متوقع طور پر امن اور محبت کا ماحول ملا۔

جلسہ کی کُل حاضری 81 رہی جن میں 60 غیر از جماعت مرد و زن شامل ہیں۔

....

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی ہے یُرِیْدُوْنَ اَن یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔ یعنی مخالف لوگ ارادہ کریں گے کہ نورِ خدا کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر خدا اپنے نور کو پورا کرے گا اگرچہ منکر لوگ کراہت ہی کریں۔ یہ اُس وقت کی پیشگوئی ہے جبکہ کوئی مخالف نہ تھا بلکہ کوئی میرے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ پھر بعد اس کے حسبِ بیان پیشگوئی دنیا میں عزت کے ساتھ میری شہرت ہوئی اور ہزاروں نے مجھے قبول کیا۔ تب اس قدر مخالفت ہوئی کہ مکہ معظّمہ سے اہل مکّہ کے پاس خلافِ واقعہ باتیں کر کے میرے لیے کفر کے فتوے منگوائے گئے اور میری تکفیر کا دنیا میں ایک شور ڈالا گیا۔ قتل کے فتوے دیئے گئے۔ حُکّام کو اُکسایا گیا۔ عام لوگوں کو مجھ سے اور میری جماعت سے بیزار کیا گیا۔ غرض ہر ایک طرح سے میرے نابود کرنے کی کوشش کی گئی مگر خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق یہ تمام مولوی اور ان کے ہم جنس اپنی کوششوں میں نامراد اور ناکام رہے۔ افسوس! کس قدر مخالف اندھے ہیں ان پیشگوئیوں کی عظمت کو نہیں دیکھتے کہ کس زمانہ کی ہیں اور کس شوکت اور قدرت کے ساتھ پوی ہوئیں؟ کیا بجز خدا تعالیٰ کے کسی اَور کا کام ہے؟ اگر ہے تو اس کی نظیر پیش کرو۔ نہیں سوچتے کہ اگر یہ انسان کا کاروبار ہوتا اور خدا کی مرضی کے مخالف ہوتا تو وہ اپنی کوششوں میں نامراد نہ رہتے۔ کس نے ان کو نامراد رکھا؟ اُسی خدا نے جو میرے ساتھ ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 242-241)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

کینیا کے احباب کا جذبۂ مالی قربانی

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 8 جون 2011ء میں شائع ہونے والے مکرم مظفر احمد درّانی صاحب کے ایک مضمون میں جماعت احمدیہ کینیا کے بعض احباب کے مالی قربانی کے جذبہ کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

☆ ممباسہ سے سوکلومیٹر دُور بحرِ ہند کے جنوبی ساحل کے علاقہ Mkongani کے دیہات میں Mirihini نامی جماعت بھی ہے جہاں کبھی صرف ایک ہی احمدی مکرم عمری صاحب ہؤا کرتے تھے۔ پھر اللہ نے فضل فرمایا تو سارا گاؤں (چھ سونفوس) احمدی ہوگئے۔ مکرم عمری صاحب کو اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ آپ نے آبادی سے ملحق 125 ایکڑ کا قطعۂ زمین جماعت کو پیش کردیا۔ جب زمین کی رجسٹری کے لئے Land Office گئے تو متعلقہ افسر نے مکرم عمری صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ کے حواس سلامت ہیں کہ اتنی بڑی زمین ایک تنظیم کو مفت میں دے رہے ہیں، اپنے فیصلہ پر غور کرلیں۔ آپ نے جواباً بڑے اعتماد سے فرمایا کہ چھ سو نیک فطرت لوگوں کے قبولِ اسلام کی خوشی میں یہ زمین پیش کررہا ہوں۔

اس کے بعد نیروبی کے ایک نواحمدی مکرم شمس الدین صاحب نے فیصلہ کیا کہ وہ مذکورہ چھ سو نواحمدیوں کے لئے مسجد اور معلّم ہاؤس تعمیر کروائیں گے۔ چنانچہ فوری ضرورت کے پیش نظر لکڑی کے ڈھانچے پر لوہے کی چادروں کی مدد سے دونوں عمارتیں بنائی گئیں اور نومبائعین کی تربیت کے لئے معلّم کو تعینات کردیا گیا۔

☆ ممباسہ جماعت کے تمام احباب ہی چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے اگرچہ خان فیملی Simba Tatu کا چندہ سب سے نمایاں ہوتا تھا۔ مکرم حسین صالح حافظ الحداد صاحب عرب تھے جو مکرم عبدالکریم شرما صاحب کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔ کسٹم کے اعلیٰ افسر تھے، نمازِ مغرب وعشاء پر باقاعدگی سے تشریف لاتے اور چندوں کی ادائیگی میں بھی باقاعدہ تھے۔ ہر ماہ مسجد میں اپنی طرف سے کلو اجمیعاً کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح مکرم مزے حمیسی (Mzee Hamisi) صاحب مرحوم بحری جہازوں کی ایک کمپنی میں انجینئر تھے اور معقول تنخواہ پاتے تھے۔ جس دن تنخواہ ملتی اسی دن دفتر سے سیدھے مسجد تشریف لاکر شرح کے مطابق چندہ ادا کرتے اور پھر بقیہ رقم گھر لے جاتے۔

☆ جماعتی وسعت کے پیش نظر صوبہ کوسٹ میں دوسرا مشن کرائے کے مکان میں اکونڈا (Ukunda) نامی قصبہ میں کھولا گیا کیونکہ اس کے قریبی ماحول میں سینکڑوں خوش نصیبوں کو قبولِ حق کی توفیق مل چکی تھی جن کی تعلیم و تربیت اور مزید کامیابیاں پیش نظر تھیں۔ یہاں پر Simba Hills کے مکرم رشیدی موازوزو صاحب جو زمانہ طالب علمی میں اپنے سکول میں ہونے والے مکرم مولانا بشیر احمد اختر صاحب کے لیکچرز کے باعث احمدی ہوئے تھے، نے ڈیری فارم کے لئے ایک ایکڑ کا قطعہ زمین خریدا تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اکونڈا میں جماعت اپنے مرکز کی تعمیر کے لئے جگہ تلاش کررہی ہے تو انہوں نے اپنی ضرورت اور کاروبار کے لئے خریدا ہوا یہ رقبہ جماعت کو پیش کردیا۔ جب جائزہ کے بعد جماعت نے انہیں بتایا کہ ان کا قطعہ زمین جماعتی ضروریات کے لئے موزوں نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ میں تو اسے پیش کرچکا ہوں اس لئے جماعت کسی اَور مصرف میں لے آئے کیونکہ مَیں اب اسے واپس نہیں لوں گا۔

اکونڈا (Ukunda) مشن ہاؤس کے قیام پر خاکسار نے احباب جماعت کو چندہ کی تحریک کرتے ہوئے پاکستان کی ایک مثال دی کہ ایک صاحب اپنی روزانہ کی آمد پر نمازِ مغرب پر تشریف لاکر روزانہ چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ اس مثال سے متأثر ہوکر ایک نواحمدی نوجوان مکرم نصرو صاحب جو سبزی کی معمولی دکان کرتے تھے، نے روزانہ آمد کی بنا پر باقاعدگی سے چندہ دینا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین ودنیا کی حسنات سے نوازے۔

☆ مکرم رمضان ڈارا صاحب بھی زمانۂ طالب علمی میں مکرم مولانا بشیر احمد اختر صاحب مرحوم کے سکول میں لیکچرز سے متأثر ہوکر احمدی ہوئے تھے۔ آپ محکمہ زراعت میں افسر تھے اور اپنے علاقہ میں اپنی فیملی کے ہمراہ اکیلے احمدی تھے۔ آپ باقاعدگی کے ساتھ بذریعہ منی آرڈر ہر ماہ شرح کے مطابق اپنا چندہ ممباسہ بھجوایا کرتے تھے۔ متعصّب لوگوں کے علاقہ میں رہنے کے باوجود آپ نے اپنے ایمان کی حفاظت کی اور اپنے بچوں کی بھی اعلیٰ تربیت کی۔ آپ کا ایک بیٹا زندگی وقف کرکے بطور معلّم سلسلہ خدمت کی توفیق پارہا ہے۔

☆ کینیا میں متعدد مقامات پر نومبائعین نے مساجد کی تعمیر کے لئے قطعات زمین تحفۃً پیش کئے ہیں، مساجد تعمیر کروائی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب 1988ء میں کینیا کے دورہ پر تشریف لائے تو ممباسہ سے واپسی پر نیروبی جاتے ہوئے Kwa Kikololo نامی جماعت کی سادہ، کچی اور چھوٹی سی مسجد دیکھی جو برلب شاہراہ واقع تھی۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ برلبِ شاہراہ اس لوکیشن پر تو جماعت کی ایک دیدہ زیب مسجد ہونی چاہئے جو گزرنے والوں کے لئے تعارف کا موجب ہوگی۔ اسی وقت ایک مخلص احمدی مکرم فضل قریشی صاحب نے اس مسجد کی تعمیر کے اخراجات دینے کا تہیہ کرلیا۔ تعمیر کا اندازہ خرچ ایک لاکھ شلنگ تھا۔ مکرم قریشی صاحب نے حسبِ وعدہ ایک لاکھ شلنگ ادا کرنا چاہے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ رقم کی ادائیگی کی بجائے مسجد کی تعمیر اپنی نگرانی میں کروائیں۔ چنانچہ تعمیر شروع ہوئی اور اندازہ سے خرچ بہت بڑھ گیا۔ تاہم آپ نے ہمت اور ارادہ باندھے رکھا۔ مسجد تعمیر ہوگئی جو دونوں اطراف سے ایک ایک کلومیٹر کے فاصلہ سے نظر آتی ہے۔ اس پر تقریباً ساڑھے سات لاکھ شلنگ خرچ آیا۔ محترم فضل قریشی صاحب نے بیان کیا کہ اگرچہ وعدہ کے مقابلہ میں تقریباً آٹھ گنا زائد خرچ ہوا ہے لیکن میرا چھوٹا سا کاروبار ہے، اور جیسے جیسے مساجد کی تعمیر پر خرچ ہوتا رہا اللہ تعالیٰ غیرمعمولی طور پر میرے کاروبار میں برکت ڈالتا رہا اس لئے ذرا بھی محسوس نہ ہوا کہ میں اپنے وعدہ اور توفیق سے آٹھ گنا بڑھ کر خرچ کررہا ہوں۔

جب مسجد مکمل ہوگئی لیکن ابھی اس میں صفیں نہیں ڈالی گئی تھیں تو ممباسہ کے ایک مخلص احمدی مکرم حسین صالح حافظ الحداد صاحب دوران سفر وہاں رکے۔ اور پھر ممباسہ پہنچ کر فوری طور پر امپورٹڈ نفیس قسم کی صفیں وہاں بھجوادیں۔ جب مکرم قریشی صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس شراکت کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں اکیلا ہی اس مسجد کو ہر طرح سے مکمل کرکے جماعت کے سپرد کروں گا۔ چنانچہ مکرم حسین صاحب کی عطیہ کردہ صفیں کئی دیگر مساجد میں تقسیم کردی گئیں۔ اور نئی مسجد میں مکرم فضل قریشی صاحب نے قالین بچھوایا، ایک خادم مسجد کا انتظام کیا اور افتتاح کے ساتھ جماعت کو چارج دے دیا۔

❁ ❁ ❁

مکرم مبارک احمد محمود صاحب مربی سلسلہ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 16 جون 2011ء میں مکرم عمر علی طاہر صاحب مربی سلسلہ نے اپنے بھتیجے مکرم مبارک احمد محمود صاحب مربی سلسلہ کا ذکرخیر کیا ہے۔

مکرم مبارک احمد محمود صاحب نے وفات سے قبل ایک طویل بیماری کا نہایت جوانمردی اور صبر سے مقابلہ کیا۔ کبھی کوئی شکوہ زبان پر نہیں آیا بلکہ بیماری کے باوجود دوسروں کی خوشی میں شامل ہوتے رہے۔

آپ دسمبر 2007ء سے وکالت تصنیف میں متعین تھے۔ اپنی دفتری ذمہ داریوں کی ہروقت فکر لگی رہتی۔ جب بیماری دوبارہ حملہ آور ہوئی تو کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ تکلیف کی وجہ سے یا دوائیوں کے لئے جلد گھر آنا پڑتا تو دفتر کا کام گھر لے آتے۔ دفتر میں بھی بڑی جانفشانی سے کام کرتے۔

محترم چوہدری محمد علی صاحب وکیل التصنیف نے مرحوم کے والد سیف علی شاہد صاحب کو تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا: ''نہایت محنت، تندہی اور فکرمندی کے ساتھ کام کرتے تھے۔ خاموش طبع تھے لیکن خوش ذوق تھے۔ نہایت قیمتی وجود تھے۔ ایک واقف زندگی کا اتنی جلدی ہم سے جدا ہوجانا ہم سب کے لئے دکھ کا باعث ہوا تاہم 'راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو'۔''

مرحوم نے اپنی والدہ صاحبہ سے یہ اظہار کیا تھا کہ دعا کریں اللہ مجھے صحت دے تو مَیں اپنے خرچ پر تنزانیہ جاکر سواحیلی پر عبور حاصل کروں تا میں جماعت کے لئے زیادہ مفید وجود بن سکوں جس پر ان کی والدہ محترمہ نے ان کو سفر کے اخراجات دینے کا وعدہ کیا۔

مرحوم میدان عمل میں بڑی فکرمندی سے کام کرتے تھے۔ جامعہ احمدیہ سے فارغ ہوئے تو آپ کی پہلی تقرری عنایت پور بھٹیاں ضلع جھنگ میں ہوئی۔ وہاں کے ایک دوست، محترم رائے اللہ بخش صاحب، بتاتے ہیں کہ ایک شام وہ مسجد گئے تو ملحقہ کمرہ میں مرحوم مبارک کو افسردہ اور روتے ہوئے پایا۔ انہوں نے پوچھا کیا کسی سے جھگڑا ہوا ہے یا گھر کی یاد آرہی ہے؟۔ مرحوم نے بتایا کہ ایسی بات نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ جو لوگ نماز پر نہیں آتے اور جب میں ان کو نماز کا کہنے جاتا ہوں تو وہ مجھے چھوٹا سمجھتے ہوئے میری بات دھیان سے نہیں سنتے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 14 رمئی 2011ء میں مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''مکرم مبارک محمود صاحب مربی سلسلہ 4 رمئی کو بڑی لمبی علالت کے بعد 42 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ انالِلّٰہ و انّا اِلیہ راجعون۔ 1989ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ ہوئے تھے۔ 9 سال تک پاکستان کے مختلف شہروں میں مربی رہے پھر تنزانیہ چلے گئے 1998ء میں۔ 8 سال وہاں خدمات انجام دیں۔ تنزانیہ میں ان کو کینسر ہوگیا تھا۔ وہاں سے وہ واپس پاکستان آئے۔ ان کا علاج ہوتا رہا اور پھر سواحیلی ڈیسک وکالت تصنیف میں کام کیا۔ باوجود بیماری کے بڑی جانفشانی سے کام کرتے رہے اور اس تکلیف کا بھی، بڑی تکلیف دہ تکلیف ہے، بڑے صبر سے مقابلہ کرتے رہے۔ ناشکری یا بےصبری کا کلمہ زبان پر نہ آیا۔ مسکراتے رہتے تھے۔ خندہ پیشانی سے ہمیشہ ہر ایک سے بات کرتے رہے اور موصی تھے۔''

❁ ❁ ❁

محترم عبدالمنان قریشی صاحب آف کینیا

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 3 جون 2011ء میں محترم عبدالمنان قریشی صاحب کا ذکرخیر مکرم وسیم احمد چیمہ صاحب کے قلم سے شائع ہوا ہے۔

محترم عبدالمنان قریشی صاحب آف نیروبی (کینیا) 2 رفروری 2011ء کو لندن میں ایک مختصر بیماری کے بعد وفات پاگئے۔ آپ کے والد محترم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قریباً 90 سال قبل جہلم سے بسلسلہ تجارت کینیا گئے تھے اور اپنے دو بھائیوں (حضرت دوست محمد صاحبؓ اور محترم شیر محمد صاحب) کے ساتھ وہاں مقیم تھے۔ تینوں بھائی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

مکرم عبدالمنان قریشی صاحب اپنے چار بھائیوں میں بڑے تھے۔ خداتعالیٰ نے دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے آپ کو خوب نوازا تھا۔ آپ کی شادی مکرمہ صبیحہ بیگم صاحبہ (بنت محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب آف حیدرآباد دکن) سے ہوئی۔ دونوں میاں بیوی بہت اعلیٰ اخلاق کے مالک اور حد درجہ مہمان نواز تھے۔ خاکسار کی تقرری کینیا میں 1996ء میں بطور امیر و مبلغ انچارج ہوئی۔ اسی دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مکرم قریشی صاحب کو نائب امیر اور سیکرٹری جائیداد مقرر فرمادیا۔ اس سے قبل 1988ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے پہلی مرتبہ مشرقی افریقہ کا دورہ کیا اور اس دوران مکرم قریشی صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔ 2005ء میں جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کینیا کا دورہ فرمایا تو محترم قریشی صاحب کی دعوت پر ان کے ہاں تشریف لے جاکر رات کا کھانا تناول فرمایا۔

محترم قریشی صاحب بہت نفیس طبیعت کے مالک، ہنس مکھ اور بہت غریب پرور انسان تھے۔ بہت خوش اخلاق، مخلص احمدی، قربانی کا جذبہ رکھنے والے، خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے، مہمان نواز، وسیع تعلقات کے حامل اور نافع الناس وجود تھے۔ مالی قربانی میں ساری فیملی پیش پیش رہتی۔ آپ خود چونکہ لمبا عرصہ نائب امیر اور سیکرٹری جائیداد رہے تھے اس لئے کینیا میں بننے والی مساجد اور تبلیغی مراکز کی نگرانی کرنے کی توفیق پائی۔ انتہائی زیرک، معاملہ فہم اور صاف گو تھے، بات کی تہ تک پہنچ کر صحیح فیصلہ کرنے کی قوت تھی۔ لوکل افریقن احمدیوں کے ساتھ بھی بہت پیار اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ کینیا کے تیسرے بڑے شہر کسوموں کے علاقہ ایلڈوریٹ (Eldoret) شہر میں اپنے خاندان کی طرف سے ایک مسجد بھی تعمیر کروائی۔ دوسری مسجد اپنے خرچ پر کیسرانی کے علاقہ میں تعمیر کروائی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور لندن کے احمدیہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ انہوں نے اپنے پیچھے پسماندگان میں اہلیہ، ایک بیٹا اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

❁ ❁ ❁

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
January 22, 2016 – January 28, 2016

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday January 22, 2016

00:05 World News
00:25 Tilawat: Surah Ash-Shu'araa, verses 203-228 with Urdu translation.
00:35 Dars-e-Malfoozat
00:45 Yassarnal Quran: Lesson no. 53.
01:15 Huzoor's Interview By LBC Radio: Recorded on January 20, 2015.
01:50 Khilafat-e-Ahmadiyya Sal Ba Sal
02:25 Spanish Service
03:00 Pushto Muzakarah
03:50 Tarjamatul Qur'an Class: Surah Al-Baqarah, verses 234 by Khalifatul-Masih IV (ra) in Urdu. Class no. 26. Recorded on December 08, 1994.
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 208.
06:00 Tilawat: Surah An-Naml, verses 1-15 with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Hadith: The topic is 'patience is a virtue'.
06:35 Yassarnal Quran: Lesson no. 48.
07:00 Ahmadiyya Medical Association Address: Recorded on January 31, 2014.
07:35 Kasauti
08:20 Rah-e-Huda: Recorded on January 23, 2016.
09:55 Indonesian Service
11:00 Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 86.
11:35 Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 32-39.
11:55 Seerat-un-Nabi: The topic of 'the way Holy Prophet (saw) used to pray and worship'.
12:30 Live Transmission From Baitul Futuh
13:00 Live Friday Sermon
14:00 Live Transmission From Baitul Futuh
14:35 Shotter Shondhane
15:45 Kasauti
16:20 Friday Sermon [R]
17:30 Yassarnal Qur'an
18:00 World News
18:25 Ahmadiyya Medical Association Address [R]
18:55 Attractions Of Canada
19:30 Open Forum
20:20 Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
21:00 Friday Sermon [R]
22:20 Rah-e-Huda [R]

Saturday January 23, 2016

00:00 World News
00:20 Tilawat
00:35 Yassarnal Quran
01:00 Ahmadiyya Medical Association Address
01:30 Seerat-un-Nabi
02:10 Friday Sermon: Recorded on January 22, 2016.
03:20 Rah-e-Huda: Recorded om January 23, 2016.
05:05 Liqa Maal Arab: Session no. 217.
06:00 Tilawat: Surah An-Naml, verses 16-25 with Urdu translation.
06:15 Dars Majmooa Ishteharaat: Writings and announcements made by the Promised Messiah (as), which were published in the newspapers.
06:35 Al-Tarteel: Lesson no. 18.
07:05 Waqf-e-Nau Ijtema Lajna & Nasirat: Recorded on May 05, 2012.
08:00 International Jama'at News
08:30 Story Time: Programme no. 23.
08:45 Question & Answer Session: Rec. May 24, 1997.
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon [R]
12:15 Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 40-51.
12:25 Al-Tarteel [R]
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: A poem request programme.
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Maidane Amal Ki Kahani
16:00 Live Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel [R]
18:05 World News
18:25 Waqf-e-Nau Ijtema Lajna & Nasirat [R]
19:30 Faith Matters: Programme no. 180.
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda [R]
22:30 Story Time [R]
22:50 Friday Sermon [R]

Sunday January 24, 2016

00:05 World News
00:20 Tilawat
00:30 Dars Majmooa Ishteharaat
00:55 Al-Tarteel
01:25 Waqf-e-Nau Ijtema Lajna & Nasirat
02:30 Story Time: Programme no. 23.
02:50 Friday Sermon: Recorded on January 22, 2016.
04:00 Maidane Amal Ki Kahani
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 324.
06:00 Tilawat: Surah An-Naml, verses 26-39 with Urdu translation.
06:15 Yassarnal Quran: Lesson no. 54.
06:45 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam: Recorded on May 07, 2013 in USA.
08:05 Faith Matters: Programme no. 188.
08:55 Question And Answer Session
10:00 Indonesian Service
11:05 Friday Sermon: Spanish Translation of Friday sermon delivered on October 03, 2014.
12:00 Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 52-61.
12:30 Yassarnal Quran [R]
13:00 Friday Sermon [R]
14:10 Shotter Shondhane
15:15 Marrakesh
16:00 Live Press Point
17:00 Kids Time: Programme no. 23.
17:35 Yassarnal Quran [R]
18:05 World News
18:25 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam [R]
19:45 Beacon Of Truth
20:35 Ashab-e-Ahmad
21:00 Press Point [R]
22:00 Friday Sermon [R]
23:10 Question And Answer Session [R]

Monday January 25, 2016

00:15 World News
00:30 Tilawat
00:45 Aao Husne Yaar Ki Batain Karain
01:10 Yassarnal Quran
01:40 Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam
03:00 Ashab-e-Ahmad
03:25 Friday Sermon: Recorded on January 22, 2016.
04:35 Islami Mahino Ka Ta'aruf
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 324.
06:00 Tilawat: Surah An-Naml, verses 40-49.
06:15 Dars-e-Hadith: The topic is 'taking care of each other'.
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 18.
07:00 Humanity First Conference: Recorded on January 24, 2015.
08:00 International Jama'at News
08:30 Homeopathy And Its Miracles
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on September 05, 1997.
10:05 Friday Sermon: Indonesian translation of Friday Sermon delivered on August 28, 2015
11:15 Taqareer
12:00 Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 52-60 and verses 61-74.
12:20 Dars-e-Malfoozat [R]
12:35 Al-Tarteel [R]
13:05 Friday Sermon: Recorded on March 05, 2010.
14:10 Bangla Shomprochar
15:15 Taqareer [R]
16:00 The Bigger Picture
16:50 Hijrat
17:30 Al-Tarteel [R]
18:05 World News
18:25 Humanity First Conference [R]
19:15 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
19:30 Somali Service
20:15 Dars-e-Malfoozat
20:30 Rah-e-Huda: Recorded on January 23, 2015.
22:05 Friday Sermon [R]
23:15 Taqareer [R]

Tuesday January 26, 2016

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Al-Tarteel
01:20 Humanity First Conference
02:10 Kids Time
02:45 Friday Sermon
03:50 Hijrat
04:25 Homeopathy And Its Miracles
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 326.
06:00 Tilawat: Surah An-Naml, verses 40-49 with Urdu translation.
06:15 Dars Majmooa Ishtehara'at: Writings and announcements made by the Promised Messiah (as) published in newspapers.
06:30 Yassarnal Quran: Lesson no. 55.
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: Recorded on May 07, 2013 in USA.
08:15 Open Forum
08:45 Aao Urdu Seekhain: Programme no. 20.
09:00 Question And Answer Session: Recorded on March 26, 1995.
10:00 Indonesian Service
11:05 Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on January 22, 2016.
12:10 Tilawat: Surah Saba, verses 1-18.
12:25 Dars Majmooa Ishtihirat
12:35 Yassarnal Quran [R]
13:05 Faith Matters: Programme no. 188.
14:00 Bangla Shomprochar
14:55 Spanish Service: Programme no. 11.
15:30 Open Forum
16:05 From Democracy To Extremism
17:00 Aadab-e-Zindagi
17:35 Yassarnal Quran [R]
18:05 World News
18:20 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
19:40 Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on January 22, 2016.
20:40 Aao Urdu Seekhain [R]
21:05 Australian Service
21:35 Noor-e-Mustafw
22:00 Faith Matters: Programme no, 188.
22:50 Question And Answer Session [R]

Wednesday January 27, 2016

00:00 World News
00:15 Tilawat
00:25 Dars Majmooa Ishtihirat
00:40 Yassarnal Quran
01:10 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
02:25 From Democracy To Extremism
03:20 Aao Urdu Seekhain
03:40 Story Time
03:50 Australian Service
04:20 Aadab-e-Zindagi
04:50 Liqa Maal Arab: Session no. 329.
06:00 Tilawat: Surah An-Naml, verses 50-60 with Urdu translation.
06:10 Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 18.
07:00 Waqfe Nau Ijtema 2012: Rec. May 06, 2012.
08:10 Quran Quiz
08:40 Muslim Scientists
09:00 Question And Answer Session: Recorded on May 24, 1997.
10:15 Indonesian Service
11:20 Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on January 22, 2016.
12:25 Tilawat: Surah Saba, verses 19-34.
12:35 Al-Tarteel [R]
13:05 Friday Sermon: Recorded on February 26, 2010.
14:05 Bangla Shomprochar
15:10 Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 87.
15:45 Kids Time: Programme no. 23
16:20 Faith Matters: Programme no. 187.
17:10 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:20 Waqfe Nau Ijtema 2012 [R]
19:25 French Service: Episode no. 22
20:25 Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:00 Kids Time [R]
21:30 Quran Quiz [R]
22:00 Friday Sermon [R]
23:00 Intikhab-e-Sukhan

Thursday January 28, 2016

00:05 World News
00:30 Tilawat
00:40 Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein
01:00 Al-Tarteel
01:30 Waqfe Nau Ijtema 2012
02:35 Deeni-O-Fiqahi Masail
03:10 Open Forum: Programme No. 15
04:00 Faith Matters
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 330.
06:05 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30 Yassarnal Quran: Lesson no. 55.
07:05 Waqfe Nau Lajna Ijtema: Recorded on February 28, 2015.
07:55 Beacon Of Truth: Recorded on October 25, 2015.
08:55 Tarjamatul Quran Class: Recorded on December 14, 1994.
10:00 Indonesian Service
11:00 Japanese Service: Programme no. 07.
12:05 Tilawat: Surah Saba, verses 35-55.
12:20 Dars-e-Malfoozat [R]
12:30 Yassarnal Quran [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on January 22, 2016.
14:00 Live Shotter Shondhane
16:00 Persian Service: Programme no. 44.
16:30 Tarjamatul Quran Class [R]
17:30 Yassarnal Quran [R]
18:05 World News
18:20 Waqfe Nau Lajna Ijtema [R]
19:05 Ilmul Abdaan: Programme no. 03.
19:35 Faith Matters: Programme no. 187.
20:30 German Service
21:35 Tarjamatul Quran Class [R]
22:55 Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 23 | Friday 22 January 2016 | Issue No. 04

یاد رکھیں کہ احمدی جس ملک میں بھی آباد ہے وہ وہاں پہلے احمدیت کا سفیر ہے۔ دنیا کی نظر آپ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کا دعویٰ تبھی سچا ثابت ہو سکتا ہے جب ہمارے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے اعلیٰ معیار قائم ہوں گے۔ اور اس طرح ہماری ہمدردیٔ مخلوق کے دعوے بھی تبھی سچے ثابت ہوں گے جب ہم نہ صرف باتوں سے، نہ صرف اپنے دین کی خوبصورت تعلیم سے دکھا کر بلکہ اپنے عمل سے بھی ہمدردیٔ مخلوق کر رہے ہوں گے۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا قرب پانے کے طریقے سکھائے ہیں۔ اپنی خشیت ہمارے دلوں میں پیدا کرنے کے طریقے سکھائے ہیں۔ تقویٰ حاصل کرنے کے طریقے سکھائے ہیں۔ اور سب سے ضروری چیز جو اس سلسلے میں فرمائی وہ نمازوں کی ادائیگی ہے۔

قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے نماز و عبادت کی اہمیت کا تذکرہ

جلسہ سالانہ کینیڈا کے موقع پر انٹرنیشنل سینٹر مسس ساگا، اونٹاریو میں 04 جولائی 2004ء کو سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آپ لوگ جو دنیا کے اس خطّۂ زمین میں رہ رہے ہیں جہاں مختلف قومیں آباد ہیں۔ مختلف مذاہب اور روایات کے لوگ ہیں۔ اپنی روایات کی بعض باتیں یہاں آنے والے مختلف معاشرتی گروہوں نے قائم رکھی ہوں گی اور بعض روایات کو، بعض اچھائیوں یا برائیوں کو ایک دوسرے میں سمو بھی لیا ہوگا۔ کیونکہ کم و بیش یہ سب گروپ، یہ دنیا کی آبادیاں، جو یہاں اکٹھی ہوئی ہیں دنیاداروں سے متعلق ہی ہیں اور روحانیت کی طرف لے جانے کے لئے ان کی کوئی سمت متعین نہیں۔ لیکن آپ لوگ جو احمدی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادیٔ کامل کے طور پر مانا ہے اور آپ سے پہلے کے تمام انبیاء پر بھی ایمان ہے۔ ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی اپنی قوم کے لئے بھیجا ہوا سمجھتے ہیں اور اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے، پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا سمجھتے ہیں۔ تو یہ ایک انفرادیت ہے جو ہم احمدیوں کی ہے جو دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والوں کی نہیں ہے حتّی کہ دوسرے مسلمانوں کی بھی نہیں ہے اور اس وجہ سے ہر ایک کا رخ مختلف سمتوں میں ہے۔ تو یہ اعزاز جو ہم احمدیوں کا ہے اور یہ انفرادیت جو ہم احمدیوں کی ہے ہم پر ایک ذمہ داری ڈالتی ہے کہ ہم جب ایک دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے ہیں تو اس دعوے کا پاس کرتے ہوئے اس کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کریں۔ اپنے اندر اللہ تعالیٰ سے تعلق کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں۔ ہمیشہ مدّ نظر رکھیں۔ یاد رکھیں کہ احمدی جس جس ملک میں بھی آباد ہے وہ وہاں پہلے احمدیت کا سفیر ہے۔ دنیا کی نظر آپ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کا دعویٰ تبھی سچا ثابت ہو سکتا ہے اور تبھی سچا ثابت ہوگا جب ہمارے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے اعلیٰ معیار قائم ہوں گے۔ اور اس طرح ہماری ہمدردیٔ مخلوق کے دعوے بھی تبھی سچے ثابت ہوں گے جب ہم نہ صرف باتوں سے، نہ صرف اپنے دین کی خوبصورت تعلیم سے دکھا کر بلکہ اپنے عمل سے بھی ہمدردیٔ مخلوق کر رہے ہوں گے۔ اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے ابھی جو میئر صاحبان نے اعلان کیا کہ یہاں آپ لوگوں نے ہسپتال کے لئے خدمت انسانیت کیلئے ایک بڑی رقم ان کو اکٹھی کر کے دی۔ تو بہرحال یہ نمونے ہمیں دکھانے ہوں گے۔ ہمارے عزیز رشتے دار ہم سے فیض پانے والے ہوں گے۔ ہمارے ہمسائے ہم سے فیض پانے والے ہوں گے۔ ہمارے محلے کے لوگ ہمارے سے فیض پانے والے ہوں گے۔ ہمارے شہر کے لوگ ہم سے فیض پانے والے ہوں گے۔ ہمارے ملک کے لوگ ہم سے فیض پانے والے ہوں گے اور تمام انسانیت ہم سے فیض پانے والی ہوگی حتی کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق ہم سے فیض پانے والی ہوگی تو تبھی ہمارا دعویٰ سچا ہوگا۔ تبھی ہم دعویٰ کر سکتے ہیں کہ یہ اسلام کی حسین تعلیم ہے جس کو لے کر جماعت احمدیہ اٹھی ہے۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تمام دنیا کے دل اپنے پیدا کرنے والے خدا کے حضور جھکنے والے بنانے ہیں اور یہ تمام باتیں کسی کے اپنے زور سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ یہ تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے اس کے حضور جھکنا اور اس کی عبادت کرنی ہوگی۔ اس کا خوف اور اس کی خشیت اپنے دلوں میں پیدا کرنی ہوگی۔ اپنے دلوں میں عاجزی پیدا کرنی ہوگی۔ جب عاجزی دلوں میں پیدا ہوگی تو خوف بھی بڑھتا جائے گا تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہوگی کہ اے ہمارے پیارے خدا ہمارے دل اپنے حضور جھکنے والے بنا دے۔ اپنی عبادات کا حق ادا کرنے والے بنا دے۔ اپنے احکامات پر عمل کرنے والے بنا دے۔ ہمیں اپنی مخلوق سے محبت کرنے والا بنا دے۔ ہمیں اپنی مخلوق کے حقوق ادا کرنے والا بنا دے۔ جب ہم اس طرح دعا کریں گے تو خدا تعالیٰ ہمارے دلوں کو پاک کرتے ہوئے ہمیں وہ معیار بھی عطا فرمائے گا جس کا اس نے ہم سے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے وعدہ کیا ہے اور تعلیم دی ہے۔ تو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا قرب پانے کے طریقے سکھائے ہیں۔ اپنی خشیت ہمارے دلوں میں پیدا کرنے کے طریقے سکھائے ہیں تقویٰ حاصل کرنے کے طریقے سکھائے ہیں۔

اور سب سے ضروری چیز جو اس سلسلے میں فرمائی وہ نمازوں کی ادائیگی ہے۔ مختلف مقامات پر نمازوں کے بارے میں فرمایا ہے۔ یہاں اِس وقت مَیں ایک آیت پڑھوں گا۔ فرماتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (البقرة:46) پھر فرمایا کہ یہ خشیت یونہی دل میں پیدا نہیں ہو جائے گی۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ 'اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو اور یقیناً یہ عاجزی کرنے والوں کے سوا سب پر بوجھل ہے'۔ اس کے لئے تمہیں مستقل مزاجی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا ہوگا۔ اس کی عبادت کا حق ادا کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی عاجزی سے جھکو اور اپنے ماحول میں بھی تم ایک عاجز انسان کی طرح رہو۔ کسی بڑائی اور تکبر کا شائبہ بھی تمہارے کسی عمل سے نہ پڑے۔ اس سے مدد مانگتے ہوئے یہ کہنا ہوگا کہ اے اللہ! تُو ہی میری مدد فرما اور میری نمازوں میں ذوق پیدا کر۔ اور جتنا جتنا یہ ذوق بڑھے گا اللہ تعالیٰ کا عرفان بھی حاصل ہوتا جائے گا اور اس کی خشیت بھی آتی جائے گی، پیدا ہوتی جائے گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ صبر کے معنی برے خیالات سے بچنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی بہادری سے، مستقل مزاجی سے مقابلہ کرتے جائیں۔ یہ بھی لغت میں لکھا ہوا ہے۔ تو یہ جو بہادری اور مستقل مزاجی ہے یہ دکھانی ہوگی۔ آپ کو اپنی روایات کو قائم رکھنا ہوگا۔ آپ کو وقت پر اپنی عبادات کو بجا لانے کے لئے دنیا سے ڈرے بغیر اس طرف توجہ دینی ہوگی۔ پھر فرمایا کہ جب کوئی بد اثرات کو ردّ کرے اور نیک اثرات قبول کرنے کی عادت ڈالے جو دعاؤں سے حاصل ہو سکتی ہے تو اس کے دل میں روحانیت بھی پیدا ہوتی جائے گی۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 397) تو جتنی زیادہ روحانیت پیدا ہوگی اتنی زیادہ خشیت دل میں پیدا ہوگی اور پھر عاجزی بھی پیدا ہوگی تو روحانیت کے معیار نماز سے حاصل ہوں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو''۔ فرمایا ''نماز کیا چیز ہے؟ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے''۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 69-68) انتہائی گڑگڑا کر مانگی جاتی ہے۔ عاجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر مانگی جاتی ہے۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی تسبیح اور اپنے گناہوں سے معافی کی حالت میں دل میں پیدا ہوگی اسی طرح خشیت بھی بڑھتی جائے گی۔ تو مختصر یہ کہ نمازوں میں وہ ذوق پیدا کرو گے تو یہ سب کچھ ملے گا۔

نماز کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نماز بڑے بھارے درجے کی دعا ہے مگر لوگ اس کی قدر نہیں کرتے۔ اس زمانے میں مسلمان درود و وظائف کی طرف متوجہ ہیں۔ اور نماز کی طرف متوجہ نہیں۔ پھر فرمایا یہ لوگ نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ مشکلات کے وقت میں وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور نماز میں دعا کرتے تھے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ خدا کے قریب لے جانے والی کوئی چیز نماز سے بڑھ کر نہیں۔ نماز کے اجزاء اپنے اندر ادب خاکساری اور انکساری کا اظہار رکھتے ہیں۔ قیام میں نمازی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ غلام اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے طریق ادب سے کھڑا ہوتا ہے۔ رکوع میں انسان انکسار کے ساتھ جھک جاتا ہے اور سب سے بڑا انکسار سجدہ میں ہے جو بہت ہی عاجزی کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد پنجم صفحہ 93۔94۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

فرمایا ''نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی انہوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 263۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''مَیں پھر تمہیں بتلاتا ہوں کہ

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں